۷۸۶

''میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ مجھے یہ پسند آیا کہ میں ظاہر ہو جاؤں۔ میں نے اَے محمدؐ تجھے پیدا کر دیا۔''
(حدیثِ قدسی)

تخلیق و تربیتِ محمدیؐ
یا
تعارفِ خُداوندی

مصنف: الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی مجتہد
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

www.insaaniat.org

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام حقوق بحقِ مصنف محفوظ

نام کتاب: تخلیق و تربیتِ مُحمدؐی یا تعارفِ خُداوندی

مصنف: الفقیه الحکیم السیّد مُحمد احسن زیدی مجتهد
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

طبع: سوم

تعداد 500

ھدیہ: روپے

............☆..................

مصنف کا مختصر تعارف:۔

الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی صاحب ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس کے نام سے پاکستان اور ہندوستان کے علماء بخوبی واقف ہیں۔ آپ کے ہزار ہا مضامین ملکی و غیر ملکی رسالوں میں چھپ چکے ہیں اور لاتعداد کتابیں آپ نے تصنیف فرمائی ہیں۔ آپ 19 سال کی عمر میں جامع ازھر (مصر) سے اعلیٰ ترین سند شھادت العالمیہ حاصل کر چکے تھے۔ بعدازاں بیروت یونیورسٹی میں تعلیمی مدارج طے کر کے پرنسٹن یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ آف ریلیجنز اینڈ سائنس کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کی یہ اسناد، پیشہ ورانہ اسناد مثلاً ایرونا ٹیکل انجنئر نگ، ایم۔ ایس۔ سی فزکس، ایم۔ ایس۔ سی نیوکلئیر سائنس اور قُم سے اجتہاد کی سند کے علاوہ تھیں۔

اپنے والد بزرگوار السیّد بشیر حسین صاحب کی نصیحت کے مطابق آپ نے ان تمام زبانوں پر عبور حاصل کیا جن میں الہامی کتابیں نازل ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ آپ طب، حدیث، منطق، فلسفہ، تصوف، علم الطبیعات، علم الکیمیاء، علم الابدان، علم ریاضی، علم الکلام، لغت، عربی ادب، علم قانون، مختصر یہ کہ علم کی تقریباً ہر شاخ خواہ وہ روحانی ہو یا مادی، سے آپ پوری طرح واقف تھے۔ جس کا اندازہ اُن کی لاکھوں صفحات پر پھیلی ہوئی تصنیفات و تالیفات کو پڑھ کر بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ جن میں سے چند کے نام کتاب کے آخر میں درج ہیں۔

التماس

قارئین کرام سے التماس ہے کہ کتاب ہٰذا میں قرآن کریم کے حوالہ جات دئے گئے ہیں ۔حوالہ جات میں سورۃ کا نمبر اوپر اور آیت کا نمبر نیچے دیا گیا ہے مثلا (7/30) میں 7 سے مراد سورۃ الاعراف اور 30 سے مراد سورۃ الاعراف کی تیسویں آیت ہے۔ پرنٹ میں ہر ممکن کوشش کی گئی کہ کوئی پروف کی غلطی نہ ہو۔پھر بھی انسانی یا مشینی غلطی ممکن ہے لہٰذا آیات کو اُن کے اصل مقام یعنی قرآن کریم سے بھی دیکھیں۔

ہر چند یہ کوشش کی گئی ہے کہ یہ کتاب معیاری بنے اور مشینی غلطیوں سے پاک رہے۔ اگر معزز قارئین کو اس کتاب میں کوئی کمپوزنگ کی غلطی نظر آئے تو ہمیں مطلع فرمائیں۔ہم انتہائی شکریہ کے ساتھ قبول کریں گے اور آئندہ آنے والے ایڈیشن میں درستگی کے ساتھ شائع کرینگے۔ کتاب کے معیار کو مزید بہتر بنانے کیلئے آپ کی تجاویز شکریہ کے ساتھ قبول کی جائیں گی۔

تخلیق و تربیتِ محمدؐ یا تعارفِ خُداوندی

عُلمائے عقلیات کا بڑا گروہ اِس کائنات کو کائناتی حادثہ قرار دیتا ہے اور ایک چھوٹا گروہ اسے خود بخود وجود میں آ جانے والا حادثہ نہیں مانتا بلکہ عِلل و اسباب کا ایک سلسلہ قرار دیتا ہے اور اس کے اغراض و مقاصد کی بحثوں میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ علمائے مذہبیات نے اِس کائنات کا ایک خالق تسلیم کیا ہے اور اس کی ابتدا اور انتہا کے قائل ہوئے ہیں۔ تخلیق کی غرض و غایت بیان کی ہے اور اپنے بیانات میں طرح طرح کے اختلاف کرتے اور اُلجھتے چلے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ خود اپنے بیانات اور مفروضات کی تردید کرتے رہے ہیں۔ بہر حال آج کائنات ایک معمہ بن کر سامنے آتی ہے اور روزانہ نئے نئے نظریات سامنے آتے ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کے بجائے تردید کرتے رہتے ہیں۔ مگر ہر نظریہ یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان تحقیق و تلاش میں مصروف ہیں اور اپنی رسائی کی حدود تک مخلصانہ کوششیں کر رہے ہیں۔

2۔ تخلیقِ کائنات پر چشم دید حالات

سربراہانِ اسلام نے اِس سلسلے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ موزوں عنوانات کے ساتھ قارئین کے سامنے آنے والا ہے اور اسی سلسلہ کا پہلا عنوان آپ کے سامنے ہے۔ اور چونکہ تخلیق و تربیتِ محمدؐ کی غرض تعارفِ خداوندی ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی تخلیق و تربیت پر اللہ نے کروڑوں سال یالاتعداد زمانے صرف کئے ہیں۔ تاکہ حضورؐ کی تخلیق و ربوبیت کے ہر مرحلے اور ہر پہلو سے اللہ کا مکمل تعارف ہو جائے اور کسی صورت یہ نہ کہا جا سکے کہ اللہ کے تعارف میں فلاں خامی رہ گئی ہے۔ لہٰذا اللہ نے اپنے تعارف کی تمام ضروریات کو خدائی معیار پر مکمل کر کے چھوڑا ہے۔

3۔ تخلیق وتربیت محمدؐ کی غرض وغایت

اللہ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ:۔

"میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ مجھے یہ پسند آیا کہ میں ظاہر ہو جاؤں۔ میں نے اَے محمدؐ تجھے پیدا کر دیا۔" لہٰذا محمدؐ کی تخلیق اور محمدؐ خود ظہورِ خداوندی ہیں۔ یعنی اللہ اپنی ظاہری اور مشہود صورت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یہی سبب ہے کہ محمدؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور محمدؐ کو دیکھنا اللہ کو دیکھنا ہے اور محمدؐ کے سامنے بلند آوازی تمام اعمال حسنہ کو ضائع کر دیتی ہے اور محمدؐ کی رضامندی اللہ کی رضامندی ہے۔

4۔ تخلیق محمدؐ وعلیؑ وحسنؑ وحسینؑ اور فاطمہؑ

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ اللہ بزرگ و برتر نے کہا کہ۔ اَے محمدؐ میں نے تم کو اور علیؑ کو نوری حیثیت میں بِلا بدن اُس وقت پیدا کیا تھا جب کہ نہ ابھی میں نے اپنے آسمانوں کو اور اپنی زمینوں کو اور اپنے عرش کو اور اپنے سمندروں کو

عَنْ اَبی عبد اللّٰہ علیہ السلام قال :قال اللّٰہ تبارک وتعالٰی:یا محمدؐ اِنّی خلقتک وعَلیًّا نوُراً یعنی روحاً بِلا بدن قبل اَن اَخلقُ سماواتی وارضی وعرشی و بحری فلم تزل تھلّلنی وتمجّدنی،ثُمَّ جمعتُ روحیکما فَجَعَلتُھُمَا وَاحدۃ فکانت تمجّدنی وَتقدّسنی تھلّلنی ،ثُم قسمتھا ثِنتَین وقسمتُ الثنتین ثِنتَین فصارت أربعۃ:محمدؐ واحدُ وعلی واحدُ وَالحسنؑ والحسینؑ ثنتان .ثمَّ خلق اللّٰہ فاطمۃؑ مِن نُور ابتدأ ھاروحًا بِلا بدن،ثُمَّ مسحنا بیمینہ فأفضٰی نورہ فِیْنَا۔

پیدا کیا تھا۔ چنانچہ تم دونوں کے نور برابر میری واحدانیت اور بزرگی بیان کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے تم دونوں کے انوار کو جمع کر کے ایک کر دیا اور اس حالت میں بھی تم میری بزرگیاں اور پاکیاں اور وحدانیت کا اعلان کرتے رہے۔ پھر میں نے تمہیں

دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور دو حصوں کو مزید دو حصوں میں بانٹ دیا تو تمہارے چار حصے ہو گئے۔ ایک حصہ محمدؐ ہوا دوسرا حصہ علیؑ ہوا اور باقی دو حصے حسنؑ اور حسینؑ ہو گئے۔ پھر اللہ نے فاطمہؑ کے نور کو پیدا کیا جو بلا بدن کے روح تھی۔ پھر اللہ نے اپنے داہنے ہاتھ سے ہمارا مسح کیا اور اپنے ذاتی نور کو ہمارے اندر ودیعت کر دیا۔''

(کافی کتاب الحجۃ باب مولد النبیّ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ ووفاتہ۔حدیث نمبر 3)

اسی باب کی پانچویں حدیث کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔

عَن محمدبن سنانؓ قال: کنت عند ابی جعفر الثانی علیہ السلا م فأجریت اختلاف الشیعۃ،فقال یا محمد اِنَّ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ لم یزل متفرّدًا بوحدانیّتہٖ ثُمَّ خلق محمداً وعلیًّا وفاطمۃً ،فمکثو األفَ دھر،....

۔''محمد بن سنانؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس تھا اور میں نے شیعوں کے اختلافات کا ذکر کیا تھا۔ تو آپؑ نے فرمایا تھا کہ اَے محمد، اللہ تعالیٰ برابر تنہا اور یگانہ رہتا رہا پھر محمدؐ وعلیؑ اور فاطمہؑ کو پیدا کیا پھر اُن پر ہزاروں زمانے گزر گئے......۔''(حدیث کا بقیہ حصہ آگے آنے والا ہے) یعنی اب اللہ اور محمدؐ وعلیؑ وفاطمہؑ کائنات میں موجود تھے اِن چاروں ہستیوں کے سوا اور کچھ موجود نہ تھا اور بقول حدیث ہزاروں زمانے گزرتے رہے اور اللہ ایسی قادر و عالم ہستی اپنی پوری قدرتوں اور علوم کے ساتھ اِن ہستیوں کی تربیت کرنے کیلئے یکسوئی سے مصروف رہی اور ہزاروں زمانوں کے عرصے میں انہیںؑ کیا کچھ نہ بنا دیا ہوگا؟

تخلیق محمدیؐ پر اللہ کا ہم پلہ گواہ چشم دید حقائق بیان کرتا ہے

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ (خطبہ نمبر 92 مفتی جعفر

حسین، احسن زیدی خطبہ نمبر 133) میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان کی ہیں وہ پہلے خطبات میں بھی بیان ہوتی رہی ہیں ۔مگر یہاں ان صفات کو اسلئے دہرایا ہے کہ اللہ کے تیار کردہ حیران کن شجرے کو سن کر عقل سرکشی کے بجائے غور وفکر و عقلی وسائل سے کام لے اور حقیقت تک یا حقیقت کے قریب تک پہنچنے کی جدّ وجہد کرے۔اس خطبے میں حضورؐ نے وہ تمام بنیادی باتیں بیان فرمادی ہیں جن کو حضورؐ کے شجرے اور خاندانی افراد کو سمجھنے اور بیان کرنے میں مدِ نظر رکھنا ضروری ہے اور جن کو نظر انداز کردینے سے اللہ کا مقصد اُلٹ جاتا ہے۔

قارئین کو سب سے پہلے اُس حقیقت کو برابر سامنے رکھنا ہے کہ اِس شجرے کی بنیاد وہ نور محمدیؐ ہے جسے اللہ نے اپنے انتہائی کمال کے اظہار کی غرض سے پیدا کیا تھا اور لاکھوں اربوں سال تک اپنی صفات سے متاثر کرنے کے لئے اپنی قربتِ خاصہ میں تربیت کیا تھا اور پھر اُسے ساری کائنات کی تخلیق میں استعمال کیا تھا اور تخلیق کے مختلف اور موزوں مراحل میں انبیاؑ اور ملائکہ کی بنیاد رکھی تھی۔الغرض تکوینی مراحل کے دوران اعلیٰ اور ادنیٰ مخلوقات عالمِ وجود میں آتی چلی گئیں۔اس بنیادی حقیقت کے ساتھ ساتھ حضورؐ کے بیان کردہ شجرے کے جملوں کو دیکھیں اور جو مطلب اخذ کریں وہ اس حقیقت کی تائید کرتا چلے۔چنانچہ خطبہ کا پانچواں جملہ اس صورت حال کی طرف اشارہ کرتا ہے جس میں انبیا علیہم السلام کی جسمانی تخلیق اور نشوونما کی بنیاد رکھی گئی تھی اور وہ اوّلین مقام حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی تھا جہاں سے نمبر وار، تدریج کے ساتھ جسمانی و مادی تخلیق کی بنیاد فراہم ہونا تھی اور حضرت حوا علیہا السلام کا رحم مبارک تھا جہاں سے اوّلین انبیاؑ نے جسمانی ظہور اختیار کرنا تھا۔

یہ بات نوٹ رکھنے کی ہے کہ تمام انبیا علیہم السلام مقاصد خداوندی کے عالم

تھے۔اور اُن مقاصد کے متعلق اپنے اپنے فرائض انجام دینے کے ذمہ دار بھی تھے۔ اور ہر نبیؑ نے اس سلسلے میں اپنی اپنی ذمہ داری کو رضائے خداوندی کے معیار پرانجام بھی دیا تھااورکوئی ایسااقدام نہ کیا تھا جس سے مقاصد خداوندی مجروح ہوتے۔اسی لئے حضورؐ نے تمام انبیاؑاوران کی ازواجؑ کو بہترین قرارگاہ(خَيۡرُ مُسۡتَقَرٍّ) فرمایاہے اوراُن کے اصلاب وارحام کو مفید،معزز اور پاکیزہ قرار دیا ہے۔مفیداس لئے کہ مقصد خدوواندی کو پورا کرنے کا تمام جسمانی سامان سونپنے والےاورمعززاس لئے کہ وہ تمام عزت واکرام حاصل کرنے میں سہولت فراہم کرنے والے جوانبیاؑ کواللہ کی طرف سے ملنے والی تھی اور پاکیزہ اس لئے کہ زندگی بھر خدا کی فراہم کردہ خوراک اور غذا سے وابستہ رہنے والے میاں بیوی تھے۔

اِسکے بعد یہ واضح کیا ہے کہ انبیاؑ یکے بعد دیگرے مقاصد خداوندی کو پورا کرتے ہوئے چلے اوراُن مقاصد میں کہیں کوئی خَلا یا جھول نہیں پڑنے دیا۔اُنہیں معلوم تھا کہ سابقہ نبیؑ نے کیا کچھ کیا اوراُنہیں کہاں سے اپنا کام شروع کرنا چاہئے؟ اسکے بعد حضرت علیؑ نے جناب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر شروع فرمایاہے اور بتایاہے کہ تمام سابقہ نبیؑ اوراُنکی ازواجؑ بتدریج ہر نبیؑ کوارتقائی ترقی دیتے ہوئے جب اعلیٰ ترین مقام پرنبوت ورسالت کولےآئے تو حضورؐ کی پیدائش وتخلیق کا مادی نمبرآیااور یہ مقام اللہ کے انتہائی پسندیدہ اور چنیدہ افراد کے ذریعہ سے بہم پہنچا تھا۔

پھراُن ہستیوں کا ذکر فرمایاہے جواپنے زمانہ تک دنیا بھر میں اپنی کارکردگی اورنسلی عزت وافتخار،شکل وصورت وشمائل میں مشہور ومعروف تھیں اوراُسی سلسلے اور شجرے سے چلی آرہی تھیں جس سے انبیا علیہم السلام ظہور کرتے رہے تھےاوراسی شجرے سے امانتدارانِ خداوندی کو پیدا کیا گیا۔یعنی یہ وہ زمانہ تھا کہ اب اُس شجرے

سے امانتداروں کا ایک سلسلہ پیدا ہوا جو نبیؑ نہ تھا۔ یہ وہ مقام آ گیا جہاں سے خالص امانت و امامت چلتی ہے۔ اوراس سلسلے میں حضرت نابت علیہ السلام اوراُن کی اولاد کے آئمہؑ جناب ابوطالب علیہم السلام تک مراد ہیں۔ اوراُن ہی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو پھر نبوت و رسالت کے لئے منتخب کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور یہاں سے حضرت علی علیہ السلام نے اُس مبارک شجرے اور عترتِ محمدیہؑ اوراُن کے رشتہ داروں اور قبیلے کی الگ سے مدح وثنا شروع کی ہے اور انہیں تمام سابقہ شجروں سے، تمام سابقہ رشتہ داروں اور تمام سابقہ عترتوں سے بہتر اور برتر قرار دیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ شجرہ حرم خداوندی میں پیدا ہوا تھا اوراس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تمام انبیا علیہم السلام ہمیشہ کعبہ سے مُلحق و مُتصل رہتے چلے گئے اور پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو باقاعدہ کعبہ میں آباد کیا گیا اور رسولؐ اللہ کو تیار کرنے اور جنم دینے والا آئمہ علیہم السلام کا سلسلہ بھی کعبہ سے ملحق و متصل رہتا چلا آیا تھا۔ جس سلسلے کے آخری افراد جناب قصی و ہاشم اور عبدالمطلب و ابوطالب علیہم السلام تھے اور یہی وہ حضراتؑ تھے جن کی شہرت ومعرفت ساری دنیا میں گھر گھر پھیلی ہوئی تھی (جملہ نمبر۔9,10,11,12)۔ اور ان ہی حضراتؑ کو بزرگی اور افادیت کی بنیاد قرار دیا ہے (جملہ نمبر 17) اور یہاں سے اُس پورے شجرے کی خصوصیات بیان فرمانا شروع کیا ہے اور پہلی خصوصیت یہ بتائی ہے کہ اس شجرے کی شاخیں بہت طویل ہیں۔ یعنی یہ شجرہ پھیلتے پھیلتے لامتناہی و لامحدود ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اُس کی شاخیں تمام مخلوقات وموجودات پر محیط ہیں اور پوری کائنات کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہیں اوراسی لئے فرمایا ہے کہ اس شجرے کے پھلوں تک نوع انسان کی رسائی نہیں ہے (جملہ نمبر،19-18) اوراسی سے ثابت ہے کہ اس شجرے کی شاخیں لامحدود لمبائی رکھتی ہیں۔ اس لئے کہ شاخوں ہی پر تو پھل

لگتے ہیں۔ لہٰذا کسی انسان کا ہاتھ لامحدود لمبا نہیں ہوسکتا۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہئے کہ کسی انسان کو اس شجرے میں داخلے کی اجازت نہیں ہوسکتی اور کوئی انسان اس شجرے کا کفو یا ہم پلہ نہیں ہوسکتا ہے اور چونکہ یہ شجرہ بہترین انسانوں یعنی تمام متقی انسانوں کا امام ہے لہٰذا اسے کسی کی بھی اتباع واطاعت سے مبرا رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اس شجرہ کی خواتین کسی انسان کی مطیع وفرمانبردار یعنی زوجہ نہیں ہوسکتیں۔ اس لئے بھی کہ تمام انسان اس شجرے سے ہدایت اور روشنی اور اکتسابِ نور وضیا کرنے کے محتاج ہیں اور سب کو حرارتِ زندگی برقرار رکھنے کے لئے اس چقماق کی احتیاج ہے اور ان کے کلام وحکم وسیرت وسنت سے اپنی راہِ زندگی کا تعین کرنا ہے۔ یہاں حضورؐ نے اِس مقدس شجرے کی خصوصیات مکمل کردی ہیں اور اس کے بعد حضورؐ نے اس زمانہ کا ذکر فرمایا ہے جب اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انسانی راہنمائی کے لئے ارسال فرمایا تھا اور اس زمانہ کے لوگوں کو غفلت اور بدکرداری میں مبتلا دکھایا ہے۔

یہاں یہ سوچنے کی بات ہے کہ حضرت علی علیہ السلام آنحضرؐت کی پیدائش کا تذکرہ نہیں کرتے بلکہ قرآن کی طرح اُنؐ کے بھیجنے کی بات کرتے ہیں تاکہ قریش کے گھڑے ہوئے قصوں اور افسانوں کو کسی قسم کی تائید نہ ملے۔ چونکہ قریش کی مصلحت اور پالیسی یہ ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (معاذ اللہ) اپنے ایسا اور اپنی قوم کا ایک فرد بنا کر پیش کرے اور ان تمام بزرگیوں اور فضائل اور خصوصیات کو شرک وکفر وجہالت کے پردوں میں لپیٹ دیں جو اللہ نے روزِ ازل سے انہیں عنایت فرمائی تھیں۔ پھر جسمانی ظہور کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا علیہم السلام کی کروڑوں اور اربوں سال کی محنتوں کو مصروف رکھا تھا اور اس مقام پر پہنچایا تھا جہاں انہیں اپنے درود وسلام کا درجہ عطا فرمایا تھا۔ اس لئے قریش ساز تمام افسانے باطل قرار پاتے

ہیں۔ وہ تو معاذ اللہ انہیں کافروں اور مشرکوں میں پیدا ہونے والا ایک عام بچہ قرار دے کرانہیں ایک غیر مسلم عورت کا وہ دودھ پلاتے ہیں جوحرام غذاؤں سے تیار ہوتا تھا اور وہ سب کچھ کھا کر جوان ہوتا دکھاتے ہیں جو کافروں اور مشرکوں کی خوراک تھی۔یعنی ان کا خون اور ہڈیوں کا گودا بھی اسی خوراک سے تیار ہوا تھا، اوران کا گوشت پوست اور کھال بھی۔اور بتاتے ہیں کہ نبیؐ بنانے کے وقت ان کا دل نکال کر پاک کیا گیا۔لیکن پاک کر کے پھراُسی سینے ہی میں رکھ دیا گیا اور وہی پرانا خون اس دل کی مدد سے پورے بدن میں دورہ کرنے لگا۔یعنی پاک کرنے کے بعدان کا دل پھر پہلی پرانی خوراک سے بنائے گئے خون کو گردش دیتا چلا گیا۔ وہ دکھاتے ہیں کہ انہوں نے اپنی دو بڑی بیٹیوں کی شادی اپنے مشرک عزیزوں میں کی تھیں ۔ ایسی حالت میں وہ انہیں نبیؐ مانتے ہیں اور تیئس سال میں بتدریج انہیں قرآن کا علم حاصل کرنا دکھاتے ہیں ۔یعنی (معاذ اللہ) از اوّل تا آخر محمدؐ ان کے برابر بلکہ کچھ کم ہی رہے۔خدا جھوٹوں پر لعنت جاری رکھے **آمین ثمّ آمین۔**

2۔ حضرت علیؑ کا دوسرا بیان اور محمدؐی پوزیشن

اب وہ وقت آ گیا ہے کہ حضرت علیؑ قریش کے مندرجہ ذیل بارہ حربوں اور دیگر عقائد کی نفی کرنے کے لئے بار بار شجرۂ رسولؐ، صفاتِ رسولؐ اور مقامِ اہل بیتؑ بیان فرمایا کرتے ہیں۔

قریش کے بارہ حربے:۔

وہ جانتے تھے کہ نبیؐ کی دکھتی رگیں کون کون اور کہاں کہاں ہوتی ہیں۔اُن کا نبیؐ کے خلاف سب سے بڑا اور فطری اور قابل فہم حربہ یہ ہوتا تھا کہ:۔(معاذ اللہ)

1۔ ’’نبیؐ ہمارے ہی جیسا ایک آدمی ہوتا ہے۔‘‘

2۔ ''ہماری ہی طرح پیدا ہوتا اور پلتا بڑھتا ہے۔''

3۔ ''وہی کچھ کھاتا پیتا ہے جو ہم کھاتے پیتے ہیں۔''

4۔ ''لہٰذا اس میں وہی کچھ ہوتا ہے جو ہم میں ہے۔''

5۔ ''وہی اچھے اور برے جذبات واحساسات، وہی میلانات وخواہشات، وہی خطا، بھول اور لغزش کی صفات رکھتا ہے۔''

6۔ ''وہ تنہا ہمارے ہر فرد سے کسی طرح بڑھ کر اور بالاتر نہیں ہوسکتا۔''

7۔ ''خود اُسکے ماں باپؑ اور بزرگؑ اور قومی دانشور اور لیڈر اس سے بڑھ کر اور بالاتر ہوتے ہیں۔''

8۔ ''وہ اُنہی سے سیکھتا ہے جو کچھ بھی سیکھتا ہے۔ وہ نہ زبان دانی میں پوری قوم سے بڑھ کر ہوسکتا ہے نہ تجربے میں زیادہ ہوتا ہے۔''

9۔ ''نہ عقل وفہم وفراست اور فطانت میں زیادہ ہوتا ہے۔''

10۔ ''اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اللہ نے اس پر وحی بھیجنا شروع کی ہے تو یہ کیسے مانا جائے کہ وہ اُس وحی کو باقی ساری قوم سے بہتر سمجھتا ہے۔''

11۔ ''وحی عربی زبان میں ہے تو اُس سے بہتر عربی دان قوم میں موجود ہیں جن سے خود اُس نے بولنا اور زبان سیکھی ہے۔''

12۔ ''جو اور بھی کئی ایک زبانیں جانتے ہیں ان کے علاوہ اور کئی ایک حربے قریشی استعمال کرتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ ان کے حربوں سے بچ کر نکل جانا اور تو اور خود نبیؐ کے بس کی بھی بات نہیں ہے۔''

حضورؐ کی جسمانی حیثیت پر خطبہ 135 جملہ نمبر 5,6 نہج البلاغہ

مترجمہ محمد احسن زیدی (خطبہ نمبر 94 مفتی جعفر)

چنانچہ اس خطبے میں بھی چند جملے آنحضرتؐ کی جسمانی ساخت پر فرمائے ہیں۔ مثلاً

مُسْتَقَرُّهُ خَيْرُ مُسْتَقَرٍّ (135/5) وَمَنْبِتُهُ اَشْرَفُ مَنْبِتٍ فِیْ مَعَادِنِ الْكَرَامَةِ وَ مَمَا هِدِ السَّلَامَةِ (135/6) نہج البلاغہ

ترجمہ: ”آنحضرتؐ کے نشو ونما کے لئے ٹھہرانے کا مقام، نشو ونما کا بہترین مقام تھا انؐ کے جسمانی وجود کو اختیار کرنے کی جگہ جسمانی وجود کے لئے اشرف ترین جگہ تھی۔ انہیں عزت اور بزرگی کی کانوں میں رکھا گیا اور سلامتی کے گہوارے میں پالا گیا۔“

یہ دونوں جملے اس تصور کی نفی کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ بھی عام انسانوں کی طرح نشو ونما پاکر اور عام انسانوں کی طرح جسمانی ساخت کے ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ یہاں تو انہیں تمام قرار گاہوں یا ٹھہرنے کی جگہوں سے بہترین قرار گاہوں میں ٹھہرانے کا ذکر فرمایا ہے۔ سوچنا یہ ہوگا کہ وہ کون سی قرار گاہ ہوسکتی ہے جو تمام قرار گاہوں سے بہتر ہو۔ یعنی وہ نہ ایسا صلب ہوسکتا ہے جیسا انسانی صلب ہوتا ہے نہ وہاں وہ سامان موجود ہوسکتا ہے جو انسانی اصلاب میں ہوا کرتا ہے۔ وہ صلب یا اصلاب جن میں رسولؐ اللہ نے نشو ونما پائی اللہ کی حیران کن قدرت اور قوت سے تیار کئے گئے ہوں اور وہاں نشو ونما کا وہ انتظام کیا تھا جو انسانی عقل وفہم کے دائرے سے ماورا تھا وہاں کیا کیا ملا تھا؟ یہ کسی زبان میں ادا کرنے کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔ پھر اُن کے لئے اسی معیار پر جسمانی وجود فراہم کرنے کا انتظام درکار ہے۔ یعنی وہ انتظام جو <u>نور کو مکدّر نہ کرے، نور پر گراں نہ گزرے جو کرامت کی بنیادوں میں ودیعت ہو</u>۔ یعنی مطلق افادیت کا سرچشمہ ہو جو جب چاہیں جس صورت وشمائل میں چاہیں تبدیل ہوتا رہے۔

قدّ وقامت وجسامت مستقل پابندی نہ بن جائے۔ ہر رنگ، ہر روپ اختیار کرلے اور تبدیلی کا اثر تک باقی نہ رہے۔ ہر لمحہ معطر اور عطر بار رہے۔ جب چاہیں انگلیوں سے پانی یا دودھ کی دھاریں نکلنے لگیں، پسینہ جمع کیا جائے تو تمام دنیاوی خوشبوؤں کو ماند کر دے۔ جسے سلامتی پرورش کرے، سلامتی سلام کرے۔ جہاں زوال اور موت اور تنزل اور خستگی کا گزر نہ ہوسکے۔ درماندگی اور بے چارگی پاس نہ پھٹکنے پائے، توانائی، قدرت اور اختیار کے دھارے بہتے ہوں۔ ساری قوت، سارا علم وحکمت، ساری بصیرت، تمام انوار وہاں مجتمع ہوجائیں۔ دوسرے مختصر اور جامع الفاظ میں انہیں ظہور خداوندی کا مرقع اور مجسمہ بنا دیا جائے اور اللہ کے ساتھ ایک ضمیر بنا کر اللہ کی جگہ پکارا جائے۔ فرمایا گیا تھا کہ:۔

اِدھر مخلوق میں شامل اُدھر اللہ سے واصل
خواص اُس برزخ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدّد کا

3۔ حضرت علیؑ کا تیسرا بیان اور محمدیؐ پوزیشن

خطبہ 137 کی تشریح (بیان الامامت) میں قرآن کی آیات اور مودودی کے ترجمے اور بیانات پڑھنے کی زحمت اس لئے دی گئی کہ قارئین کو یہ علم اور یقین فراہم ہوجائے کہ اللہ نے انسانوں کو جو کچھ بھی دیا ہے وہ قانون کے ماتحت دیا ہے اور قوانین کی ہی رو سے اس میں تنگی اور فراخی، کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن خطبے کے پہلے دو جملوں میں حضرت علی علیہ السلام جس فضل وسخاوت کا ذکر فرماتے ہیں وہ عام قانون اور کسی پابندی سے ہمیشہ بالاتر رہتا ہے۔ اُس میں کمی یا تنگی کا گزر نہیں ہوتا۔ وہاں صرف اور صرف وسعتوں اور فراخیوں اور فراوانیوں ہی کا دور دورہ رہتا ہے۔ اب سوچنے اور سمجھنے اور پوچھنے کی یہ بات ہے کہ اللہ کا وہ فضل اور وہ سخاوت کون

سی ہے جو ساری مخلوقات میں پھیلی ہوئی ہے؟ اور اسے جب چاہیں اور جتنا چاہیں تمام مخلوقات حاصل کرسکتی ہیں۔ نہج البلاغہ سے حضورؐ کے دونوں جملوں کو دوبارہ سامنے لاکراس فضل وسخاوت کی ہمہ گیری اور عمومیت کو دیکھیں۔(خطبہ 137 جملہ نمبر 1,2 محمداحسن زیدی۔خطبہ 99 مفتی جعفرحسین)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ النَّا شِرِفِی الْخَلْقِ فَضْلَهٗ؛ والْبَاسِطِ فِيهِمْ بِالْجُوْدِيَدَهٗ؛(2-137/1)

ترجمہ:۔''تمام ستائش اللہ کیلئے جس نے ساری مخلوقات میں اپنا دامنِ فضل پھیلا رکھا ہے اور جس نے اپنی سخاوت اور لطف وکرم کا ہاتھ اُن میں دراز کررکھا ہے۔''

غور کرنے اور سمجھنے کی راہ تمام مخلوقات میں سے ہوکر گزرتی ہے۔یعنی فضل و کرم اور سخاوت کی بات ہورہی ہے وہ کسی ایک مخلوق سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ عمومی حیثیت سے تمام مخلوقات اور موجودات سے متعلق ہیں۔یعنی ذی حیات میں ملائکہ اور ارواح سے لے کر حشرات الارض تک سب سے متعلق ہیں اور غیر ذی حیات میں عرش وکرسی اور لوح وقلم اور فضائی کُرّے اور سماوات اور ہوائیں، جمادات اور نباتات اور پانی اور تمام سیال چیزوں سے متعلق ہیں۔ جواِن سب کے لئے ضروری ہیں اور سب کے لئے فراوانی کے ساتھ بخشی جارہی ہیں۔ یہاں یہ طے کرنا ہوگا کہ وہ چیزیں کیا ہیں جن کی تمام مخلوق کو احتیاج اور ضرورت ہے؟ بات یوں شروع کی جاسکتی ہے کہ ملائکہ اور ارواح کی ضروریات میں کوئی مادی چیز نہیں ہوسکتی لہٰذا اللہ کی سخاوت کا وہ پھیلا ہوا ہاتھ نورانی مخلوقات کو نورانی سامان فراوانی سے فراہم کرتا رہے اور مادی اشیاء کو مادی سامان فراہم کرے۔جنہیں زندگی کی ضرورت ہو زندگی عطا کرتا رہے۔عقل وفہم وفراست اور روشنی اور نورانیت عطا کرتا رہے۔صحت وعافیت اور سکون وچین اور راحت وقوت اور صبر عطا کرتا رہے۔وہ ایسا ہاتھ ہونا چاہئے جس کے اندر سب کچھ ہو

اور ایسا ہاتھ وہی ہوسکتا ہے جس سے ساری کائنات اور تمام کائناتی مخلوقات پیدا کی گئی ہوں اور جس نے بوقت تخلیق ہر مخلوق کو اس کا نورانی یا مادی سامان دیا ہو اور ظاہر ہے کہ وہ ہاتھ محمدؐ کا وہ نور ہے جو اس کائنات کی عللِ اربع ہے اور اسی بنا پر اسے یداللّٰہ کہلانے کا حق ہے جو پوری کائنات کو مشہود طریقے پر سنبھالنے اور برسرِ ترقی رکھنے کا ذمہ دار ہے۔ اگر اُس کی راہ میں تنگی اور کمی آجائے تو ساری کائنات اور کائناتی مخلوقات زیروزبر اور تباہ ہوجائے۔ یہ سبب ہے کہ اللہ نے اپنے فضل وکرم اور سخاوت کو ہر پابندی سے بالاتر رکھا ہے اور یہی سبب ہے کہ اللہ کے تمام احکام وقوانین اور طرز عمل کی حمد وثناء کی جانا چاہیئے اور اسی سے اس کے حقوق وفرائض کو بجالانے اور ادا کرنے میں مدد طلب کرنا چاہیئے۔ پھر حضرت علی علیہ السلام وہ گواہی دیتے ہیں جو اُنؐ کے سوا کوئی اور نہیں دے سکتا۔ محمدؐ، علیؑ اور اجزائے نورِ محمدیؐ کے علاوہ کسی کو عین الیقین کے ساتھ یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ اس ساری کائنات میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود واقعی ہے یا نہیں؟ یہ گواہی دینے کیلئے لازم ہے کہ روزِ ازل سے پوری کائنات اور کائنات کا ہر ہر ذرہ اور مخلوقات نظر کے سامنے رہیں۔ پھر اُن ہی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ یقین کے ساتھ یہ کہہ سکیں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسوؐل ہیں۔

یہاں یہ نوٹ کریں کہ قرآن کریم میں کہیں بھی اور کسی طرح بھی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادی اور ظاہری پیدائش کو نہ شمار کیا گیا ہے نہ اس کا ذکر کیا گیا ہے **بلکہ انؐ کے بھیجنے کا اور مبعوث کرنے کا اور نازل کرنے کا ذکر فرمایا ہے**۔ اور یہ اسلئے کہ وہ تمام افسانے جھٹلائے جاسکیں جو قریش نے اپنے عہد حکومت میں گھڑنا تھے اور جو گھڑے گئے اور آج تک تاریخ سمجھ کر پڑھے اور مانے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس خطبے (137) میں بھی حضرت علی علیہ السلام آنحضرتؐ کے بھیجے جانے کی ہی بات کرتے

ہیں اور انہیں ناطق حالت میں بھیجنے کا پتہ دیتے ہیں ۔یعنی آنحضرتؐ بولتے چالتے رسوؐل کی حیثیت سے تشریف لائے تھے ۔ان پر ایسا زمانہ نہیں گذرا جب وہ بول نہ سکتے ہوں ۔ پھر علیؑ نے بتایا ہے کہ رسولؐ اللہ نے دنیا سے گزرنے سے پہلے ہمارے اندر ایک ایسی ہستیؑ کو خلیفہ بنا کر چھوڑا تھا جو مکمل اور مجسم حق کا بلندو بالا اور لہراتا ہوا پرچم تھا اور اُسؑ خلیفہ کیلئے یہ مقام بیان فرمایا ہے کہ اُسؑ سے آگے بڑھنے والے یا اس پر سبقت لے جانے والے دیندار لوگ دین سے خارج اور اُسؑ کو چھوڑ کر پیچھے رہ جانے والے لوگوں کی دُنیا اور دین دونوں تباہ ہوئے اور اسؑ سے وابستہ رہنے اور اس کی پیروی کرنیوالے لوگ حق پر قائم اور کامیاب رہنے والے ہیں ۔لہٰذا ساری دنیا جانتی ہے کہ رسولؐ اللہ نے تبلیغ کے پہلے دن بھی حضرت علی علیہ السلام کو اپنا وزیر اور وصی اور خلیفہ بنایا تھا ۔اورخمِ غدیر کے اجتماع میں بھی اپنا خلیفہ ومولیٰ و جانشین بنایا تھا اور تمام مسلمانوں سے بیعت کرائی اور مبارکباد دلوائی تھی ۔اس صورتحال کو آپؐ نے بھرے مجمع میں خطبہ کی حیثیت سے سنا دیا تھا اور اپنی شناخت بھی بتادی تھی ۔جس سے سارے مسلمان واقف اور عملاً ان صفات کو حضوؐر کے اندر دیکھتے چلے آرہے تھے اور اس خلیفہ کی موت کی پیشن گوئی کر کے یہ بتادیا کہ میں نے مجسم اور مکمل حق کا پرچم کسی جھنڈے کو نہیں کہا تھا ۔ بلکہ وہ بولتا چالتا حق تھا اور اس خلیفہ کی یا اپنی موت کا وقت بتانے میں مسلمانوں کی جو حالت بتائی ہے اُس سے علیؑ ہی وہ خلیفہ ثابت ہوتے ہیں ۔

4۔ حضرت علی علیہ السلام کا چوتھا بیان اور محمدیؐ پوزیشن

حضرت علی علیہ السلام اس خطبہ 209 (خطبہ 212 مفتی جعفر) کو اللہ کے ''عَدلُ'' ہونے سے شروع فرماتے ہیں ۔جس طرح ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اُس کے غلط محل پر رکھنا یعنی جو چیز جہاں رکھے جانے کے لئے بنائی گئی ہو جہاں وہ موزوں

ترین مقام حاصل کرتی ہو وہاں نہ رکھنا ظلم ہے۔اسی کو یوں کہہ لیجئے کہ عدل کے خلاف کام کرنا ظلم ہے۔یعنی جو چیز عدل کی کسوٹی پر پوری نہ اُترے وہی ظلم کی حامل ہے۔لہٰذا عدل وہ موزوں ترین صورت حال ہے جس میں کوئی خامی کوئی نقص اور کوئی خرابی ممکن نہ ہو۔نہ صورت میں نہ صفات اور خصوصیات میں نہ اعمال وحرکات میں نہ متعلقہ چیزوں سے ربط اور تعلق میں۔پوری کائنات اور ماحولی حالات سے ہم رنگ اور ہم آہنگ ہونا عدل ہے۔

5۔اللہ نے آنحضرؐت کی تخلیق ونشو ونما وتربیت وتزئین میں اپنے معیارِ عدل کو اس کی حدود وانتہا تک استعمال کیا ہے

حضرت علی علیہ السلام سب سے پہلے اللہ کی صفتِ عدل کو اس لئے سامنے لائے ہیں کہ خطبے (نمبر 209) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عبدیت ونبوت ورسالت اور اُن کے والدینؑ اور بزرگوںؑ کا ذکر کرنے والے ہیں تاکہ قاری کے دل و دماغ پر عدل کا ماحول چھایا ہوا ہو اور عدل کے خلاف کوئی تصور تک نہ گذر سکے۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے آنحضرؐت کے خاندان اور متعلقین سے تمام غلط کاروں کو دور رکھنے کے لئے فرمایا ہے کہ:۔

۔''حضورؐ کے سلسلہ نسب میں کوئی بھی عاہِر وفاجِر نہ تھا۔'' یاد رکھئے کہ ان دونوں الفاظ (عاہر وفاجر) میں سے کسی کے بھی معنی زانی نہیں ہیں۔لیکن عاہر اور فاجر جس راستے پر چلتے اور چلاتے ہیں وہ راستہ زنا ہی کی طرف جاتا اور لیجاتا ہے۔ عاہر ہر اُس مرد کو کہیں گے جو اپنی جنسی قوت کو کسی طرح بہانے، پگھلانے، گھلانے اور منتشر کرنے کی فکر میں رہتا ہو یہی سوچتا ہو اور اسی ذیل میں کام کرتا ہو۔اس لئے اس لفظ عاہر کے سستے معنی زنا کار بدکار اور آوارہ کر لئے جاتے ہیں۔دوسرا لفظ فاجر ہے

اس کے بھی پہلے معنی زانی نہیں ہیں۔مگر یہ لفظ بھی زنا کا ایک رخ اپنے اندر رکھتا ہے اورلفظ عاھر کے مقابلے میں ایک گھٹیا بدکار کو پیش کرتا ہے۔جس کی باتیں کھلی کھلی جنسیات اور جنسی جذبات کو بھاتی ہوں اور چھڑ کاؤ کرتی ہوں۔ جو بدکاراور بدمعاش ہی نہ ہو بلکہ بے غیرت اور بے شرم اور بے حیا بھی ہو۔جو نہ اپنی عزت کا خیال رکھتا ہو اور نہ دوسروں کی عزت اسے ملحوظ ہو۔اسی لئے ایک فاجر عاھر سے گھٹیا درجہ کا بدکار ہوتا ہے۔مطلب یہ ہوا کہ عملاً کوئی بدکار وزانی تو ایک طرف، آنحضرتؐ کے پورے شجرۂ نسب میں یا اُن کے ساتھ تعلقات رکھنے والوں میں کوئی ایسا شخص بھی راہ نہ پاسکا جس کے قلب وذہن میں کہیں آوارگی اور غیر ذمہ داری کے جراثیم ہوتے۔

6۔اللہ نے حضرت آدمؑ اور تمام انبیاؑ کو ملا کروہ نسل پیدا کی تھی جس سے خانوادۂ محمدؐ یا ذُرّیت اسماعیلؑ برآمد ہوئے

اِس کا سبب یہ تھا کہ اس نسل کی تیاری میں تمام انبیاؑ ورسل علیہم السلام کی بصیرت اوراللہ کی قدرت واعانت صرف ہوئی تھی۔اسمیں کسی قسم کی خامی رہ جانا ناممکن تھا۔یہ ایک مخصوص اُمت تھی جسکا اللہ نے قرآن میں دوہرادوہرا کرفخریہ ذکرفرمایا ہے سنئے:۔

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡنِ O (21/92)
اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمۡ فَاتَّقُوۡنِ O (23/52)

ترجمہ:۔’’یقیناً تمہاری یہ اُمت تنہا اوراکیلی اُمت ہے اورمیں نے تم سب کو پیدا کیا ہے، پالا ہے، تربیت کیا ہے ۔ چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔‘‘(21/92)

یہی بات یوں بھی فرمائی ہے کہ:۔

’’یقیناً تمہاری یہ امت تنہا ویگانہ امت ہے اور میں نے ہی تم سب کو پیدا کیا، پرورش اورتربیت کیا، لہٰذا تم میرے ہی سامنے ذمہ دار رہو۔‘‘

خانوادۂ رسوؐل کے تمام عزیز واقارب اور پوری نسل کے افراد کی پوزیشن بار بار نبیوںؑ اور رسولوںؑ کیساتھ بیان فرمائی ہے

وَتِلۡکَ حُجَّتُنَآ اٰتَیۡنٰهَآ اِبۡرٰهِیۡمَ عَلٰی قَوۡمِهٖ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ ۝ وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ کُلًّا هَدَیۡنَا وَنُوۡحًا هَدَیۡنَا مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیۡمٰنَ وَاَیُّوۡبَ وَیُوۡسُفَ وَمُوۡسٰی وَهٰرُوۡنَ وَکَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۝ وَزَکَرِیَّا وَیَحۡیٰی وَعِیۡسٰی وَاِلۡیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۝ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَالۡیَسَعَ وَیُوۡنُسَ وَلُوۡطًا وَکُلًّا فَضَّلۡنَا عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ وَمِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَذُرِّیّٰتِهِمۡ وَاِخۡوَانِهِمۡ وَاجۡتَبَیۡنٰهُمۡ وَهَدَیۡنٰهُمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۝ ذٰلِکَ هُدَی اللّٰهِ یَهۡدِیۡ بِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَلَوۡ اَشۡرَکُوۡا لَحَبِطَ عَنۡهُمۡ مَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحُکۡمَ وَالنُّبُوَّةَ فَاِنۡ یَّکۡفُرۡ بِهَا هٰۤؤُلَآءِ فَقَدۡ وَکَّلۡنَا بِهَا قَوۡمًا لَّیۡسُوۡا بِهَا بِکٰفِرِیۡنَ ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقۡتَدِهۡ...الخ (6/83-90)

ترجمہ:۔ ’’یہ تھی ہماری وہ حجت جو ہم نے ابراہیمؑ کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی۔ ہم جسے چاہتے ہیں بلند درجات عطا کر دیتے ہیں۔حق یہ ہے کہ آپؐ کا پروردگار بہت دانا اور علیم ہے۔ پھر ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولادیں دی تھیں اور ہرایک کو راہ راست دکھائی تھی وہی راہ راست جو اُن سے پہلے نوحؑ کو دکھا چکے تھے اور اسی کی نسل سے ہم نے داوٗدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کو پیدا کیا اور ہدایت بخشی۔

یوں ہم نیک لوگوں کو ان کی نیکیوں کی جزا دیا کرتے ہیں۔اُسی کی اولاد سے زکریاؑ، یحییٰؑ عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو سرفراز کیا۔اُن میں ہر شخص صالح تھا۔اُن ہی کے خاندان سے اسماعیلؑ، الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ کو راہ راست پر قائم کیا۔اُن میں سے ہرایک کو ہم

نے تمام عالمین پر بزرگی عطا کی نیز اُن کے اباؤ اجداد اور اُن کی اولاد کو اور اُن کے بھائی بندوں کو ہم نے نوازا اور انہیں مجتبیٰ بنایا اور صراط مستقیم پر قائم رکھا۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس سے وہ اپنے بندوں میں سے جن کی چاہتا ہے ہدایت کردیتا ہے۔ اگر کہیں ان لوگوں نے بھی شرک کیا ہوتا تو اُن کے بھی تمام اعمال ضائع ہو جاتے۔ وہ وہی لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب وحکومت اور نبوت عطا کی تھی۔ اب اگر یہ قریش اس حقیقت کو چھپاتے ہیں تو یقیناً ہم نے ان پر ایک ایسی قوم کو وکیل بنا رکھا ہے جو کفر کرنے والی نہیں ہے۔ اَے محمدؐ یہی لوگ ہیں جو اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں تم بھی اِن ہی کی اقتدا کرو۔'' (6/83-90)

یہ ہے وہ اُمتِ واحدہ جس نے نبیوںؑ اور رسولوںؑ کو جنم دیا۔ پالا پوسا، تربیت کیا اور سب نے مل کر خانوادہ نبوّت کو تیار کیا۔ لہٰذا اِن میں کسی عاھر و فاجر کی گنجائش ناممکن تھی۔ سب کے سب یا نبیؑ تھے یا نبیوںؑ کو جنم دینے والے، دودھ پلانے والے اور پالنے والے تھے۔ جو سب ایک دوسرے سے بڑھ کر مرتضیٰ اور مجتبیٰ اور مصطفیٰ تھے صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین۔ یہ وہ حضرات ہیں کہ جن کے ساتھ اُسی سانس میں لفظ قریش کہہ دینا اُن کی توہین اور اللہ کا گناہ اور حضرت حجۃ علیہ السلام کے ملک میں سنگین جرم ہے۔ چہ جائیکہ قریش کو خاندان اور نسب میں مخلوط کرنے یا ہونے کا خبط؟ جن کو اپنی ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کیساتھ نکاح کرنے سے حکماً روکا گیا ہو۔ (4/23)۔

7۔ حیاتِ کائنات اور مظہر ذاتِ خداوندی

یعنی وجودِ محمدؐ اور سر پرستانِ محمدؐ اور خانوادۂ محمدؐ

نہج البلاغہ کے اس خطبے 214 (خطبہ 219 مفتی جعفر) کی ابتدا امیر علیہ

السلام نے ایک ایسی کلیدی آیت سے کی ہے۔ جس کیلئے ضروری ہوجاتا ہے کہ ہم اس آیت کو بنیادی صورتحال کے ساتھ لکھیں تاکہ پورا خطبہ قرآن سے وابستہ ہوجائے۔ چنانچہ سنئے کہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلاً مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ O اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ O فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ O رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ O لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ O (24/34-38)

۔''اور یقیناً ہم نے تمہارے پاس صاف صاف ہدایت کرنے والی آیات بھیج دی ہیں۔ اوراُن قوموں کی عبرتناک مثالیں بھی ہم نے تمہارے سامنے رکھ دی ہیں جوتم سے پہلے اس دنیا کو خالی کرکے چل دی ہیں اور وہ مثالیں متقی لوگوں کے لئے وعظ اور سبق ہیں۔ اللہ ہی تو آسمانوں اورزمینوں کو نور عطا کرنے والا ہے۔ یعنی ساری کائنات اللہ کی قوت وقدرت سے موجوداور واضح ہے۔ اللہ کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک طاق میں ایک چراغ رکھا ہوا ہو اور وہ چراغ ایک فانوس میں ہو اور فانوس بھی ایسا ہو جیسے موتی کی طرح ضیا پاشی کرنے والا ستارہ۔ اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو اور وہ درخت مشرق اور مغرب کی

نسبتوں سے مبرا ہو۔ جس کا تیل بلا آگ کی مدد کے خود بخود بھڑک اُٹھتا ہو۔ یعنی وہ اللہ اُس نور میں نور ہی نور کا اضافہ کرتا چلا جائے۔ اللہ اپنے اُس نور اور نور پر نور کی طرف جسے چاہتا ہے راہنمائی کر دیتا ہے اور اللہ اُس راہنمائی ہی کے لئے یہ مثالیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے۔ اور اللہ ہر شے کا کماحقہ عالم ہے۔ اور اللہ کی وہ راہنمائی اُن گھروں میں محفوظ ہے جن کی رفعت اور بلندی کا اللہ نے حکم دیا ہوا ہے۔ جن میں اللہ کا تذکرہ جاری رہا کرتا ہے۔ اور اُن ہی گھروں میں اللہ کی تسبیحات صبح سے شام اور شام سے صبح تک جاری رہتی ہیں اور اُن گھروں میں وہ مرد ہیں جن کو کاروبارِ دنیا، تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی اور نہ ہی نماز کے قیام اور زکوٰۃ کی بروقت ادائیگی سے باز رکھ سکتی ہے۔ وہ اُس روز سے ڈرتے ہیں اور ڈراتے ہیں جس دن دل اور دماغ اور آنکھیں انقلاب سے تلپٹ ہو جائیں گی تاکہ انہیں ڈرتے رہنے کی بنا پر اُن کے بہترین اعمال کی جزا ملے۔ اور اللہ انہیں اپنے فضل سے اُن کے اعمال سے زیادہ جزا دے گا۔ اور اللہ تو جس کو چاہتا ہے بے حساب و بے شمار سامانِ حیات دیتا رہتا ہے۔''

اِن آیات میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت بیان کی گئی ہے اور ساتھ ہی اُن حضرات کا تذکرہ ہوا ہے جن کی سپردگی میں نورِ محمدؐ دیا گیا تھا۔ جنہوں نے اُس نورِ خدا کو اپنے انوار واجسام اور ابدان میں محفوظ رکھا۔ اُسے روز افزوں جِلا دی۔ اور اُس نور کو وہ جسم اور بدن فراہم کیا جسکو آنکھوں سے دیکھنا اور قلوب کو نورانی کرنا ممکن ہو گیا اور اُس کی نورانیت کو روز افزوں کرتے ہوئے قیامت تک کیلئے اُسکے قرب اور تعارف کا انتظام کیا اور نور بالائے نور بناتے چلے جانے کا انتظام وانصرام کیا۔ اور خود کو وہ شجرہ طیبہ ثابت کیا جو جغرافیائی نسبتوں اور حدود کی قید سے ارفع

واعلیٰ ہے۔اور اُس نور کو وہ تمام سامان فراہم کیا جو کسی اور مادی ذریعے سے حاصل نہ ہوسکتا تھا اور آگ اور آگ کی مخلوق ابلیس سے قطعاً مخلوط نہ ہونے دیا اور اُس پر نازل کردہ تعلیماتِ خداوندی کو چاردانگ عالم میں پھیلا دیا۔ اُسکے دین کو اپنے اور اپنے اقربا اور چاہنے والے اعزا کے خون سے روشن اور تابناک اور رنگین بنا دیا۔ جو اُسکے چاروں طرف روزازل سے اور قیامت تک اُسی طرح محافظ رہے جس طرح فانوس چراغ کا تحفظ کرتا ہے۔ جو اُن ہی کے نور کی طرح نورانی فانوس اور تابناک محافظ ہے محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم مجسم نور تھے اُن میں ظلمانیت یا مادیت کا ایک ذرہ بھی نہ تھا جن لوگوں نے اِن آیات (24/35-36) میں اللہ کو مذکورہ نور سمجھا ہے۔انہوں نے اللہ کو مخلوق بنا دیا ہے۔ اللہ تو پوری کائنات کا اور نور وظلمات کا خالق ہے (6/1) یہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنے ترجمہ میں اللہ کو نور نہیں بنایا بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو وہ مذکورہ نور لکھا ہے اور اللہ نے حضورؐ کو بعثت کے بعد نور فرماتے ہوئے کہا کہ:۔

''یقیناً تمہارے پاس | قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ (5/15)

اللہ کی طرف سے نور اور منہ بولتی کتاب دونوں آ گئے ہیں'' اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ آنحضرتؐ تخلیق کائنات سے کروڑوں سال پہلے کی پہلی مخلوق تھے۔اور ساری کائنات کی ہر مخلوق کیلئے رحمت (7/156) اور ھادی اور نذیر تھے (25/1) اور اس کے باوجود اللہ نے حضورؐ پر آپؐ کے سرپرستوںؑ کی پیروی و اطاعت واجب کی (6/90)۔انؑ کا انتہائی احترام آپؐ پر فرض کیا ہے (17/23-24) اور وہ بزرگ حضرت ابو طالبؑ حضرت عبدالمطلبؑ اور حضرت ھاشم علیھم السلام وغیرہ تھے۔ جن کی سرپرستی کو اللہ نے اپنی سرپرستی قرار دیا ہے (93/6-8)۔انہی حضراتؑ کو امت مسلمہ فرمایا ہے (2/128) انؑ ہی کو ملت ابراہیمؑ فرمایا ہے (4/125) اور انؑ کی پیروی

آنحضرتؐ پر اور پوری نوع انسان پر واجب کی۔(16/123)

8۔رسولؐ کریم اور قرآن کریم دونوں کا لقب ذکر ہے مگر کتاب اور رسولؐ میں امتیاز کرنا مشکل نہیں ہے

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ تخلیقِ کائنات سے لامحدود مدت پہلے سے آنحضرتؐ رحمت و ہادی اور نذیر کی حیثیت سے موجود تھے اور برابر اپنی جسمانی بعثت تک ہدایت اور تنذیر کیلئے موجود رہتے چلے آئے ہیں اور قرآن کے بقول جسمانی بعثت میں بھی ایک رسولؐ اور مجسم ذکر کی حیثیت سے عالم بالا سے نازل کئے گئے تھے (65/10-11) فرمایا گیا تھا کہ:۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا o رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (65/10-11)

ترجمہ:۔’’اے دانشور مومنین تم اللہ کے سامنے ذمہ داریاں اختیار کرو یقیناً اللہ نے تمہارے پاس عالم بالا سے ایک ایسا رسولؐ نازل کر دیا ہے جو مجسم ذکر ہے اور تمہارے سامنے اللہ کی واضح آیات تلاوت کرتا ہے تاکہ ایمان لانیوالوں اور اصلاحی اعمال بجالانے والوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔‘‘ اسی طرح قرآن کریم کو ذکر کا لقب دیا ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ O (16/44)

ترجمہ:۔’’اور ہم نے تمہاری طرف بھی مخصوص ذکر نازل کر دیا ہے تاکہ تم لوگوں سے یہ بیان کر دو کہ اُن کیلئے کیا ہدایات نازل کی گئی ہیں اور شاید وہ اِس ذکر کے متعلق تفکر سے کام لیں۔‘‘

9۔ نذیرللعالمینؐ ذکر کی صورت میں انبیاؑ اور رُسُلؑ اور متعلقہ ہادیوں کی راہنمائی میں مصروف رہتا چلا آیا ہے

اس خطبے (214) میں حضرت علی علیہ السلام جس حقیقت پر لوگوں کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ کی ہدایات اور تعلیمات مخلوقات تک پہنچانے کیلئے بہت سے موزوں طریقے ہیں۔ یعنی صرف نبیؑ اور رسولؑ ہی پر تعلیمات و ہدایات خداوندی منحصر نہیں ہیں نبیوںؑ اور رسولوںؑ کو تو صرف صاحبان عقل کی ہدایت کاری سونپی گئی تھی۔ لیکن باقی مخلوقات کو بھی ہدایات خداوندی کی احتیاج ہے اور یہ احتیاج تخلیق کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے اور تعلیم و ہدایت بھی ساتھ کے ساتھ جاری رہتی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ:۔

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی O(20/50)

ترجمہ۔ ''حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو بتایا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اُس کی صورت و سیرت عطا کی اور انہیں ہدایت کر دی۔''

سوچئے کہ کارِ تخلیق تو حضرت آدم علیہ السلام سے کروڑوں سال پہلے سے جاری تھا اُس وقت آدمؑ ہی نہ تھے تو اور نبیؑ اور رسولؑ کہاں سے ہوتے۔ لہٰذا وہی ہستی ہدایت کی ذمہ دار تھی جسے نذیرللعالمینؐ فرمایا گیا (25/1)۔ جس کیلئے اوّلین نذیر کہا گیا هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی o(53/56) یہ اوّلین نذیروں میں سے بھی پہلا نذیرؐ ہے۔ لہٰذا جمادات ہوں یا نباتات ہوں، ملائکہ ہوں یا حیوانات ہوں، درندے ہوں یا چرندے ہوں، پرندے ہوں یا حشرات الارض ہوں، جنات ہوں یا انسان ہوں یا خود انبیاؑ و رُسلؑ ہوں، سب کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہادی، نذیر، نبیؐ اور رسولؐ تھے اور رہیں گے۔ وہی ہواؤں فضاؤں، آسمانوں، زمینوں اور جراثیم کیلئے ہادی و نذیرؐ ہیں۔ کوئی اُنکے دائرہ ہدایت سے باہر نہیں نکلتا وہ حضرتؐ اللہ کی طرف سے

محیر العقول صورتوں میں ساری کائنات کی اور کائنات کی تمام موجودات کی ہدایت کرتے رہے ہیں۔ سارے نبیؑ اور تمام رسولؑ اُن کی تصدیق اور تائید کے محتاج اور منتظر رکھے گئے۔ سب کا فریضہ تھا کہ جب آنخضرتؐ اُن کے پاس آئیں اور اُن کی تصدیق کریں تو وہ اُن پر ایمان لائیں اور اُن کی نصرت کریں (3/81)۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بھری پُری کائنات ہر وقت آنخضرتؐ کے وجود سے لبریز رہتی اور ہدایت پاتی چلی آئی ہے۔ اور حضورؐ کے ماتحت تعلیماتِ خداوندی کے نہ معلوم کتنے ادارے اور کس کس شکل میں کام کرتے چلے آئے ہیں اور قیامت تک کام کرتے چلے جائیں گے۔ یہاں رک کر کافی سے حدیث نمبر پانچ مکمل کرلیں تاکہ نورِ محمدیؐ اور اجزائے نورِ محمدیؐ کی باقی پوزیشن واضح ہو جائے:۔

<u>نورِ محمدیؐ ونورِ علویؑ ونورِ فاطمہؑ کی تخلیق کے بعد ہزاروں زمانے گذرے تب اللہ نے باقی تمام اشیاء کو خلق فرمایا</u>

۔ ''امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے محمدؐ و علیؑ اور فاطمہؑ کے انوار کو پیدا کیا تو اُن پر ہزاروں زمانے گذرنے کے بعد باقی تمام اشیاء کو پیدا کیا اور اُن کی تخلیق پر محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ کو گواہ بنایا اور حاضر رکھا اور تمام مخلوقات پر اُن کی اطاعت فرض کردی اور تمام مخلوقات کے تمام کام محمدؐ و علیؑ و فاطمہ کو سونپ دیئے۔ چنانچہ

> ثُمَّ خَلَقَ جمیع الاشیاء، فأشهد هم خلقها وأجری طاعتهم عَلَیْهَا وَفوَّص اُمُوْرها اِلَیْهِمْ فهم یحلّون مایشاؤون وَیُحَرّمون مایشاؤون وَلَنْ یَشَاؤوا اِلاَّ اَنْ یشاءَ اللّٰہ تبارکُ وتعالٰی ثمَّ قال: یا محمّدهذه الدیانة الّتی من تقدّمَهَا مَرَقَ ومَن تخلّف عَنْهَا محق ومَن لزمَهَالحق ۔خذها الیک یا محمّد.'' (کافی کتاب الحجة باب مولد النبیؐ حدیث نمبر5)

وہ اُن کیلئے تمام کھلی چیزوں کو جائز کرتے ہیں اور حرام چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور وہ جو کچھ کرتے ہیں وہ وہی کچھ ہوتا ہے جو کچھ اللہ چاہتا ہے۔'' پھر فرمایا کہ اَے محمدؐ یہ وہ دین کا عقیدہ ہے کہ جواُس سے آگے بڑھے وہ دین سے خارج ہے اوراس سے جو پیچھے رہے وہ نابود ونا پید ہوجائے گا۔ جواُس سے وابستہ رہے وہ کامیاب وکامران ہوگا۔اَے محمداس عقیدہ کومضبوطی سے اختیار کرلے۔

(کافی۔کتاب الحجة باب مولد النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم ووفاتہ)

حقیقی دین اوراُس کے عقائد

اوّل۔ساری مخلوقات کونورِ محمدیؐ ونورِ علویؐ اورنورِ فاطمہؐ سے کروڑوں اربوں سال بعد پیدا کیا اور کروڑوں اربوں سال تک اللہ نے نورِ محمدؐ واجزائے نورِ محمدؐ کی تربیت کی اور انہیں ایسا بنادیا کہ وہ ہرطرح اللہ کا تعارف کراسکیں۔

دوم۔تمام مخلوقات کوانوارِ محمدیؐ کی موجودگی میں تخلیق کیا۔

سوم۔تمام مخلوقات کوانوارِ محمدیؐ سے متعارف کرایااورسب پراُن کی اطاعت فرض کی۔

چہارم۔تمام مخلوقات کی تمام ذمہ داریاں محمدؐ وآئمہ صلوٰۃ اللہ علیہم کوسونپ دی گئی تھیں۔

پنجم۔اُن کے تمام امورکومحمدؐ وآئمہؑ انجام دیتے ہیں۔

ششم۔مشیتِ خداوندی اورمشیتِ محمدیؐ ایک ہی ہے۔یعنی وہ حضرات مشیۃ اللّٰہ ہیں

10۔مقامِ محمدؐ وعلیؐ وفاطمہؐ

یعنی نورِ محمدؐی واجزائے نورِ محمدؐی کی پوزیشن اوراُن کی ضروریات کو انتہائی مقام تک پہنچانے کے لئے سلسلہ نبوت ہے

اس عنوان کو دیکھنے والے قارئین میں ممکن ہے کہ ایسے حضرات بھی ہوں جو

یہ نہ جانتے ہوں کہ نورِ محمدؐ یا نورِ محمدیؐ کے اجزا کی یا سب کو سمیٹ کر یہ کہئے کہ محمدؐ کی ضروریات کیا تھیں۔ محمدؐ کی ضروریات میں وہ تمام سامان داخل ہوتا ہے جس سے وہ اللہ کا تعارف کرانے میں کام لے سکیں۔ چونکہ مقصدِ تخلیقِ محمدؐ یا تخلیقِ نورِ محمدؐ یہ تھا کہ وہ حضرت مخلوقات سے اللہ کا تعارف کرائیں۔ چنانچہ سلسلہ نبوتؐ ورسالتؐ وامامتؐ ضروریات محمدؐ میں سے ایک ضرورت تھی۔ لہٰذا یہ سلسلہ وجود میں لایا گیا اور اس کی طرف قرآن میں یہ بنیادی اشارہ فرمایا گیا کہ:۔

وَاِذْ اَخَذَاللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْہَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰہِدِیْنَ O فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُوْلٰٓئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ O(3/81-82)

ترجمہ:۔ ''جب اللہ نے نبیوںؑ کا (یعنی نبیوںؑ کیلئے) عہد لیا تھا اور نبیوںؑ سے کہا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت میں سے کچھ دے چکوں پھر اُسکے بعد تمہارے پاس ایک ایسا رسولؐ آئے جو اُس تمام سامان کی تصدیق کرے جو اس وقت تمہارے ساتھ ہو تو تم اور تمہاری اُمتیں اس پر ضرور ایمان لانا اور اُسکی نصرت کرنا۔ پھر اللہ نے پوچھا کہ کیا تم میری اس ذمہ داری کو قبول کرنیکا اقرار کرتے ہو۔ تو تمام نبیوںؑ اور اُمتوں نے عرض کیا ہم نے اس ذمہ داری کو قبول کیا اور ہم ذمہ داری کو پورا کرتے رہنے کا اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ اب تم اس پر گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ اس پر گواہ ہوں۔ چنانچہ تم میں جو کوئی اس اقرار کے بعد اپنی ولایت کیطرف لوٹ جائیگا وہی لوگ ہی لاقانون اور فاسق ہونگے۔''(3/81-82)

قرآن کریم کا یہ بالکل واضح بیان ہے جس میں تمام انبیا علیہم السلام کو پوری کتاب یعنی الکتاب دینے کی بات نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ الکتاب میں سے اُن کی

ضروریات کے مطابق دینے کی بات ہے اور یہ اس شرط پر ہے کہ وہ اور اُن کی اُمتیں ایک تصدیق کرنیوالے رسولؐ پر ایمان لائیں گے اور اُس رسوؐل کی نصرت کرینگے۔ یعنی اُن کی نبوت اور کتاب اُس رسولؐ کے ماتحت ہے وہ بالواسطہ نبیؑ اور اس رسوؐل کی اُمت ہیں۔ یعنی اُن کی بعثت ضرورتِ محمدیؐ کیلئے ہے اور وہ آزاد وخود مختار نبیؑ نہیں ہیں۔ وہ محمدیؐ نبوت ورسالت کی تمہید ہیں۔ اور آنحضرتؐ کی کتاب میں سے تمہیدی تعلیم اپنی اپنی اُمتوں کو دے کر نوع انسان کو اُس مقام تک لائیں گے کہ وہ ختم نبوت کے درجے کی تعلیم کے مخاطب بن سکیں اور اسلام کی سابقہ تمام تعلیمات کو مسلسل کر کے برداشت کر سکیں۔ یہ مقصد تمام نبیوںؑ ہی کو نہیں بلکہ تمام سابقہ اُمتوں کو بھی معلوم ہونا ضروری تھا۔ اِس لئے کہ اللہ اور انبیؑا تو اِس مقصد کو نہ ڈھیلا کر سکتے تھے نہ اِس مقصد کی خلاف ورزی کر سکتے تھے۔ لہٰذا اُمتوں سے تمام انبیاءؑ کا عہد لیا جانا ضروری تھا تا کہ خلاف ورزی کرنے والوں پر اتمام حجت ہو جائے۔ اس لئے اس میثاق کو نبیوںؑ سے میثاق (من النبینؑ میثاق) نہیں فرمایا گیا ہے بلکہ نبیوںؑ کا میثاق (میثاق النبین) فرمایا گیا ہے ورنہ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ (3/82) فرمانے کی ضرورت نہ تھی۔

11۔ ختم نبوت کے بعد قیامت تک دورِ امامت میں تعلیمات نبوت پر بنیاد رکھ کر انسانی قدرت اور اختیار میں لامحدود ترقی کا پروگرام

یہیں پر یہ بات بھی نوٹ کرنے کی ہے کہ اتمام وتکمیل نبوت کے بعد کا پروگرام نہایت عملی اور عظیم الشان پروگرام تھا۔ جس کو پورا کرنے کے لئے تمام انبیؑا نے وہ ذرّیتِ طاہرہ تیار کرنے میں اپنا علم وتجربہ اور جدوجہد صرف کی تھی جس کا ذکر سابقہ عنوانات میں گذرا ہے۔ اور جس کو اللہ نے، پرویز کے بقول:۔

’’اِس عالم گیر انقلاب کی تخم ریزی کے لئے سرزمین

عرب کو کیوں منتخب کیا۔''

نبوتوں اور رسالتوں کی تیار کی ہوئی ذرّیتِ مقدسہ میں کون سی خصوصیات تھیں جنکی بنا پر اُس ذرّیت کو اس قابل سمجھا گیا کہ:

''اس ابدیت بداماں انقلاب کے لئے اولین و آخرین خمیر و ترقی کا کام دے۔''

یہاں تک ہم نے تخلیق و تربیتِ محمدیؐ یا تعارفِ خداوندی پر متعلقہ احادیث اور خطبات علویہؑ کے چند جملے اور اپنی تشریحات کے مضامین جمع کر دیئے ہیں اور اس سلسلے میں قرآن کریم کی چند آیات بھی پیش کر دی ہیں تا کہ وہ بنیاد فراہم ہو جائے جو تخلیق و تربیتِ محمدیؐ سے متعلق ہے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ اس مقدس عنوان کو مزید تشریحات اور بیانات سے مکمل کر دیں۔ آپ نے آخری آیت میثاق النبیینؑ (3/81) آل عمران سے دیکھی تھی اور وہاں بڑے واضح الفاظ میں اللہ نے تمام انبیا علیہم السلام کو پابند کیا ہے کہ جب انکے پاس رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ آئے تو وہ سب اور اُن کی اُمتیں اُس رسولؐ پر ایمان لائیں اور اسکی نصرت کریں۔ یہاں غور طلب یہ ہے کہ تمام انبیا علیہم السلام میں جہاں حضرت آدمؑ شامل ہیں وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی نبیؑ یا رسولؑ اس میثاق یا معاہدے سے خارج نہیں ہے۔ لہٰذا اللہ نے اِس آیت (3/81) میں اِجرائے نبوت و رسالت سے پہلے ہی یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوںؑ اور رسولوںؑ کی تصدیق و تائید فرمائینگے اور تمام انبیاؑ و رُسلؑ اور اُنکی اُمتیں آنحضرتؐ پر ایمان لائینگے اور اُن کی نصرت کرینگے۔

یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ انبیا علیہم السلام کا یہ میثاق یا معاہدہ حضرت آدم علیہ السلام کے دنیا میں تشریف لانے سے مدت دراز پہلے کی بات ہے اور ظاہر

ہے کہ نورِ محمدیؐ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں ودیعت کیا گیا تھا۔ لہٰذا یہ آیت نورِ محمدیؐ کو دو صورتوں میں پیش کرتی ہے۔ اوّل وہ صورت جو پیشانی میں رہتی اور منتقل ہوتی چلی جائیگی۔ دوم وہ صورت جس میں آپ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ رہتے ہوئے حضرت عیسٰی علیہ السلام تک جائینگے۔ یعنی تخلیق آدمؑ کے بعد نورِ محمدیؐ انبیاؑ ورُسل علیہم السلام کے اصلاب میں وہ سفر کریگا جس میں حضورؐ کو جسمانی وجود سے مُرصّع کیا جائیگا۔ اوراسکے ساتھ ہی پوری کائنات میں رحمت وتنذیر کے فرائض ادا کرتا ہوا بڑھے گا۔

قرآن کریم میں تخلیقِ محمدیؐ پر تفصیلی بیانات اُمتِ محمدؐیہ کو کیوں نہ پہنچے؟

اس لئے کہ اللہ نے قریشی لیڈروں کو محروم رکھنا تھا

یہ حقیقت قریشی لیڈروں کی تیار کردہ تاریخ اور تفسیر اور کتب احادیث سے ثابت ہے کہ انہوں نے عہد رسوؐل ہی میں قرآنی حقائق کو تبدیل کرنے (25/30-31) اور خانہ ساز کہانیوں سے جھٹلانے (6/66) کی مہم شروع کردی تھی۔ اسلئے اللہ نے بھی ان حقائق کو قریشی لیڈروں سے بچا کر رکھا جو قریش کو کہانیاں تیار کرنے میں مددگار ہوسکتے تھے۔ لہٰذا اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی پیدائش اور پرورش اور تربیت کے واقعات کو ریکارڈ نہ کیا تاکہ قریشی لیڈروں کی کہانیوں کو قرآن کے الفاظ سے سہارا نہ مل سکے اورانہیں چیلنج کیا جاسکے کہ اپنے بیانات پر قرآن سے ثبوت لاؤ؟

1۔ اللہ کا عام اعلان اور انتظام

مودودی کا ترجمہ:۔ ’’جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک پوشیدہ پردہ حائل کردیتے ہیں اورانکے دلوں پر ایسا غلاف چڑھا دیتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے اورانکے کانوں میں گرانی پیدا کردیتے ہیں

اور جب تم قرآن میں اپنے ایک ہی رب کا ذکر کرتے ہو تو وہ نفرت سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ جب وہ کان لگا کر تمہاری بات سنتے ہیں تو دراصل کیا سنتے ہیں؟ اور جب بیٹھ کر باہم سرگوشیاں کرتے ہیں تو کیا کہتے ہیں؟ یہ ظالم آپس میں کہتے ہیں کہ یہ تو ایک سحرزدہ آدمی ہے جسکے پیچھے تم لوگ جا رہے ہو۔'' (17/45-47)

(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 621 -619)

ان آیات کے اِس ترجمے سے یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ نے قریشی لیڈروں کو محروم رکھا تاکہ وہ مزید تبدیلیاں نہ کرسکیں۔

2۔ آنحضرتؐ اور کائنات کے درمیان سے تمام مادی حجابات ہٹا لئے گئے تھے اور آپ کائنات کی ہر چیز کو دیکھتے تھے

مودودی صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ:۔ ''اصل بات جو معراج کے سلسلے میں سمجھ لینی چاہئے وہ یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اُنکے منصب کی مناسبت سے ملکوتِ سماوات وارض کا مشاہدہ کرایا ہے اور مادی حجابات بیچ میں سے ہٹا کر آنکھوں سے وہ حقیقتیں دکھائی ہیں جن پر ایمان بالغیب لانے کی دعوت دینے پر وہ مامور کیئے گئے تھے، تاکہ انکا مقام ایک فلسفی کے مقام سے بالکل ممیّز ہو جائے فلسفی جو کچھ بھی کہتا ہے قیاس وگمان سے کہتا ہے۔ وہ خود اگر اپنی حیثیت سے واقف ہو تو کبھی اپنی کسی رائے کی صداقت پر شہادت نہ دے گا۔ مگر انبیؑا جو کچھ کہتے ہیں وہ براہ راست علم اور مشاہدہ کی بنا پر کہتے ہیں اور وہ خلق کے سامنے یہ شہادت دے سکتے ہیں کہ ہم اِن باتوں کو جانتے ہیں اور یہ ہماری آنکھوں دیکھی حقیقتیں ہیں۔''

(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 590)

3۔ یہ بیان لفظ بلفظ سے بڑھ کر ہمارے عقائد تک کی تصدیق کرتا ہے

علامہ مودودی کا مندرجہ بالا بیان قرآن کی کسی ایک آیت یا چند آیات میں نہیں ہے مگر قرآن کے مختلف بیانات سے تصدیق ہوسکتا ہے یعنی یہ قرآنی عقیدہ کہلا سکتا ہے۔لہٰذا مودودی کے قلم سے یہ ثابت ہوگیا کہ اگر اللہ چاہے تو تمام مادی حجابات سامنے سے ہٹائے جاسکتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی ہر مخلوق کو اور ساری موجودات کو اپنی آنکھوں سے اسی طرح دیکھتے ہیں جیسے اپنے دست مبارک کو دیکھتے تھے۔لہٰذا ماننا پڑیگا کہ تخلیقِ محمدؐی اسطرح کی گئی تھی کہ اُنکے اور کائنات کے درمیان کوئی مادی رکاوٹ حائل نہ ہوسکے جیسے کائنات اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب یا رکاوٹ نہیں ہے اور تخلیق کائنات سے پہلے پہلے جو ہزاروں زمانے حضورؐ کے نور کی تربیت پر صرف کئے گئے تھے وہ اسی لئے تھے کہ حضورؐ ساری کائنات میں سے آناً فاناً گذر سکیں اور اس قابلیت کو برقرار رکھنے کیلئے جو جسم حضوؐر کو عطا کیا گیا تھا وہ بھی ایسا ہی تھا کہ حضورؐ کے نورانی وجود پر کوئی مادی پابندی عائد نہ کرسکے۔چنانچہ آپؐ معراج کیلئے قرآن کی رُو سے نہ براق کے اور نہ کسی اور سواری کے محتاج تھے اور یہی سبب تھا کہ سدرۃ کے پاس جب جبرائیل علیہ السلام جدا ہوگئے تو حضورؐ نے بلا کسی خارجی مدد کے وہاں تک سفر کیا تھا۔جہاں اللہ نے فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی o (53/10) فرمایا تھا اور آنحضرتؐ نے وہ سب کچھ دیکھ لیا تھا جس پر بقول مودودی ایمان بالغیب لانے کی انسانوں کو دعوت دینا تھی اور تعارفِ خداوندی کی یہی حد تھی کہ اپنے خالق اور پالنے والے کو براہِ راست دیکھ لیتے اور علامہ مودودی کی نقل کردہ احادیث سے یہ مقام محمدؐی بھی ثابت ہوچکا ہے۔(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 206-204) اِن روایات میں دومرتبہ دیدار خداوندی ثابت ہے گو علامہ مودودی کو پسند نہیں ہے۔

4۔ایسے حضراتؑ جو سارے جنتیوں اور جہنمیوں کو پہچانتے ہوں وہی ہو سکتے ہیں جن کی نظر سے کوئی غائب نہیں رہ سکا ہو

قرآن کریم سے ایسے حضرات کا ہمیشہ موجود رہنا ثابت ہے جن کی نظر سے ساری نوع انسان کسی لمحہ غائب نہ رہی ہو۔ چنانچہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ:۔

وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ O وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ (7/46,48)

۔''اور مقامِ تعارف پر ایسے لوگ ہیں جو سارے جنتیوں کو اُن کے چہروں سے پہچانتے ہیں اُنہوں نے جنتیوں کو پکار کر کہا کہ تمہارے اُوپر سلامتی ہو یہ لوگ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہیں مگر جنت کی طمع رکھتے ہیں اور مقام تعارف پر جو لوگ ہیں اُنہوں نے جہنمیوں کو بھی اُن کے چہروں سے پہچان کر کہا کہ نہ تمہاری جتھا بندی تمہیں بے پرواہ کر سکی نہ وہ چیزیں تمہارا تحفظ کر سکیں جن پر تمہیں گھمنڈ تھا۔''

اللہ نے اِن دونوں آیات میں مقام تعارف پر ایسے حضرات کی موجودگی دکھائی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اعلان قیامت تک پیدا ہونے والے تمام جنتیوں کو اور تمام دوزخیوں کو اُن کی صورتوں سے پہچانتے ہیں۔ جو ہر انسان کے ساتھ ساتھ موجود رہتے چلے آئے ہیں۔ جن کی نگاہوں سے کسی زمانے کا کوئی انسان غائب نہیں رہا ہے اور جن کے سامنے سے تمام مادی حجابات اللہ نے ہٹا رکھے تھے اور جن کو شناخت کرنے کے لئے فرمایا گیا تھا کہ:۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ

الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَھِیۡدًا. (بقرہ 2/143)

۔''اوراسی طرح ہم نے تمہیں سارے انسانوں اوررسوؐل کے درمیان ایک درمیانی اُمت بنایاہے تاکہ تم تمام انسانوں پرچشم دید گواہ رہواوررسولؐ تم پرچشم دید گواہ رہے۔'' اسی پوزیشن کویوں بھی بیان فرمایاہے کہ:۔

فَکَیۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیۡدٍ وَّ جِئۡنَابِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیۡدًا Oیَوۡمَئِذٍ یَّوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡاوَعَصَوُاالرَّسُوۡلَ لَوۡتُسَوّٰی بِھِمُ الۡاَرۡضُ. الخ (4/41-42)

۔''اس وقت یہ کیا کریں گے جب ہراُمت میں سے ہراُمت پرایک ایک چشم دید گواہ کھڑا کریں گے اورتمہیں اُن گواہوں اوراُمتوں پرچشم دید گواہ قائم کریں گے۔اُس وقت وہ سب لوگ جنہوں نے حق کو چھپایا ہوگااورمحمدؐ کی نافرمانی کی ہوگی تمنا کریں گے کہ زمین پھٹ جاتی اوروہ اُس میں سماجاتے۔'' (4/41-42) اورفرمایا کہ:۔

وَیَوۡمَ نَبۡعَثُ فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ شَھِیۡدًا عَلَیۡھِمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِھِمۡ وَجِئۡنَا بِکَ شَھِیۡدًا عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ وَنَزَّلۡنَاعَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّھُدًی وَّرَحۡمَۃً وَّبُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ O (سورہ نحل 16/89)

۔''وہ دن جس روز ہم تمام اُمتوں میں سے اُنہی اُمتوں میں کاایک ایک چشم دید گواہ اُن اُمتوں پرقائم کریں گے اوراُن اُمتوں پراوراُن چشم دید گواہوں پراَے محمد تمہیں چشم دید گواہ کی حیثیت میں کھڑا کریں گے اوریہی وجہ ہے کہ ہم نے تم پرایک ایسی مکمل کتاب نازل کردی ہے جوتمام چیزوں کابیان کرتی ہے اورمسلمانوں کیلئے رحمت اور ہدایت اورخوشخبری ہے۔'' (16/89)

یہاں قارئین دیکھیں کہ نوع انسان کی ساری اُمتیں جنت وجہنم میں موجود

ہیں اور اُن سب کو چہروں سے پہچاننے اور جاننے والے لوگ اعراف پر موجود ہیں لہٰذا ظاہر ہے کہ اُن میں سے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کو ہونا چاہئے اور باقی لوگ وہ درمیانی اُمت کے افراد ہونا چاہئیں جو آیت (2/143) میں مذکور ہوئے اور جن کے سامنے مادی حجاب حائل نہ تھے اور وہ حضرت علیؑ اور آئمہ علیہم السلام ہی ہیں۔ اُنکے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں ہوسکتا جو قرآن کی رُو سے تمام انسانوں پر چشم دید گواہ کی حیثیت سے قائم کیا جاسکے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے نور کے باقی اجزاوہ افراد ہیں جو ساری کائنات کی تخلیق میں شہید اور نذیر اور رحمت کے طور پر موجود رکھے گئے۔ جن کی اطاعت تمام مخلوقات وموجودات پر فرض کی گئی اور جن پر تمام مخلوقات کی ذمہ داریاں سونپی گئیں اور جو منشائے خداوندی کے مطابق عمل کرتے تھے۔ اور جن کیلئے قرآن میں بھی دو مرتبہ فرمایا گیا ہے کہ:۔

(1) وَمَا تَشَآءُ وْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ...(76/30)

(2) وَمَا تَشَآءُ وْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ o (81/29)

ترجمہ۔ ''اور تم تو کچھ چاہتے ہی نہیں جب تک اللہ تمام عالمین کا پروردگار نہ چاہے

(سورہ دھر 76/30 اور سورہ تکویر 81/29)

<u>یعنی تخلیق و تربیتِ</u> محمدیؐ میں اللہ نے اپنے چاہنے یا اپنی مشیت کو محمدؐ کی مشیت اور خواہشات بنادیا تھا۔ یعنی یہ جاننے کیلئے کہ فلاں معاملے میں اللہ کیا چاہتا ہے یا کیا پسند کرتا ہے محمدؐ کا چاہنا اور پسند کرنا معلوم کرلیا جائے تو جو کچھ محمدؐ چاہتے یا پسند کرتے ہیں وہی کچھ اللہ چاہتا اور پسند کرتا ہے۔ یہ ہے تخلیق وتربیتِ محمدیؐ کی انتہا اور یہی ہے تعارفِ خداوندی کی حد کہ محمدؐ کو دیکھنا اللہ کو دیکھنا ہو جائے، محمدؐ سے ملنا اللہ سے ملاقات کہلائے، محمدؐ سے بات کرنا اللہ سے بات کرنا ہو جائے، محمدؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت

کہلائے ،محمدؐ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی کے برابر گناہ ہواور محمدؐ سے محبت اللہ سے محبت کرنا قرار پائے۔یعنی محمدؐ واجزائے نور محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین از سرتا پا اللہ تعالی کا ظہوراور نمائندہ ہوں اور سوائے واجب الوجوداور ممکن الوجود کےاور کوئی فرق نہ رہے۔

5۔ محمدؐاوراجزائے نورمحمدؐ کا جسمانی تخلیق کے بعدمندرجہ بالا مقام ومنزلت علمائے صالحین میں مسلمہ ہے

یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ جن حضرات علیہم السلام سے سورہ دھر (76/30) اورسورہ تکویر(81/29) میں کلام کیا گیاہے۔وہ حضراتؑ وہی لوگ ہیں جن کواللہ نے وہ درمیانی اُمت قرار دیا ہے۔جوتمام انسانوں پر یا ساری نوع انسان پر(شہید) چشم دیدگواہ ہیں (2/143) اورجن پرمحمدؐرسولؐ اللہ کو(شہید) چشم دید گواہ فرمایاہے۔اورخاص بات یہ ہے کہ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ و علیؑ ومحمدؑ وجعفرؑ و کاظمؑ ورضاؑ ومحمدؑ وعلیؑ وحسنؑ ومحمدؑ حجۃ کے جسمانی وجود کے بعد کا مقام شہدائے عَلَی الْخَلق ہے۔اورجسمانی وجود کے عالم میں ہی وہ مشیت اللہ ہیں۔اور عالم نوری میں اور عالم جسمانی میں کوئی فرق نہیں ہے۔اورقرآن نے عموماًاِن حضرؑات کو عالم جسمانی ہی میں مخاطب کیا ہے۔اِن تمام حضرات علیہم السلام کا اجتماعی نام محمدؐ ہے۔اِن سب کو یکجائی طور پر علیؑ فرمایا گیاہے، عالینؑ سے یہی حضرؑات مراد ہیں۔ان میں کا ہر شخص محمدؐ ہے ہر شخص علیؑ ہے۔ محمدؐ کہنے سے بھی یہ سب مُراد ہوتے ہیں اور علیؑ بھی اِن سب کا مجموعہ ہے۔اپنے اپنے دور میں یہ سب ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔یہ سبؑ مل کر بھی اور جدا جدا بھی اللہ کی نمائندگی کرتے ہیں۔یہ سب نورِ محمدیؐ کے اجزا ہیں،صفاتِ خداوندی کا مجسمہ ہیں۔یہی نام قرآن میں اَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ہیں اوراللہ نے حکم دیا ہے کہ مجھے اِن ہی ناموں سے پکارا کرو چنانچہ فرمایا ہے:۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (7/180) وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ O (اعراف 7/180)	۔''اور مخصوص اچھے نام اللہ کیلئے ہیں اُن ہی ناموں سے اللہ کو پکارنا چاہیئے اور

جولوگ اللہ کے ناموں میں ایجادات اور ہیرا پھیری کرتے رہتے ہیں اُن میں انتشار کو مزید بڑھادو اُنہیں عنقریب انکی بدعملی کی جزا ملے گی۔''

6۔ اسماءالحسنٰی پر علامہ مودودی کی تشریح

علامہ مودودی اِسی آیت (7/180) کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:۔

۔''142؎ انسان اپنی زبان میں اشیاء کے جو نام رکھتا ہے وہ دراصل اُس تصور پر مبنی ہوتے ہیں جو اُس کے ذہن میں اُن اشیاء کے متعلق ہوا کرتا ہے۔ تصور کا نقص نام کے نقص کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور نام کا نقص تصور کے نقص پر دلالت کرتا ہے۔ پھر اشیاء کے ساتھ انسان کا تعلق اور معاملہ بھی لازماً اُسی تصور پر مبنی ہوا کرتا ہے جو وہ اپنے ذہن میں اُن کے متعلق رکھتا ہے۔ تصور کی خرابی، تعلق کی خرابی میں رُونما ہوتی ہے۔ اور تصور کی صحت و درستی تعلق کی صحت و درستی میں نمایاں ہو کر رہتی ہے۔ یہ حقیقت جس طرح دُنیا کی تمام چیزوں کے معاملے میں صحیح ہے اُسی طرح اللہ کے معاملے میں بھی صحیح ہے۔ اللہ کے لئے نام (خواہ وہ اسماء ذات ہوں یا اسمائے صفات) تجویز کرنے میں انسان جو غلطی بھی کرتا ہے وہ دراصل اللہ کی ذات وصفات کے متعلق اُس کے عقیدے کی غلطی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ پھر خدا کے متعلق اپنے تصور و اعتقاد میں انسان جتنی اور جیسی غلطی کرتا ہے۔ اتنی ہی اور ویسی ہی غلطی اُس سے اپنی زندگی کے پورے اخلاقی روّیہ کی تشکیل میں بھی سرزد ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان کے اخلاقی رویہ کی تشکیل تمام تر منحصر ہے اُس تصور پر جو اس نے خدا کے بارے میں اور خدا

کے ساتھ اپنے اور کائنات کے تعلق کے بارے میں قائم کیا ہو۔ اِسی لئے فرمایا کہ خدا کے نام رکھنے میں غلطی سے بچو۔ خدا کے لئے اچھے نام ہی موزوں ہیں اور اُسے اُن ہی ناموں سے یاد کرنا چاہیئے۔ اُس کے نام تجویز کرنے میں الحاد کا انجام بُرا ہے۔

۔''**اچھے ناموں**''۔ سے مراد وہ نام ہیں جن سے خدا کی عظمت و برتری، اُس کے تقدس اور پاکیزگی اور اُس کی صفاتِ کمالیہ کا اظہار ہوتا ہو۔ خدا کے نام رکھنے میں الحاد یہ ہے کہ خدا کو ایسے نام دیئے جائیں جو اُس کے مرتبے سے فروتر ہوں۔ جو اُس کے ادب کے منافی ہوں، جن سے عیوب اور نقائص اُس کی طرف منسوب ہوتے ہوں۔ یا جن سے اُس ذاتِ اقدس واعلیٰ کے متعلق کسی غلط عقیدے کا اظہار ہوتا ہو۔ نیز یہ بھی الحاد ہے کہ مخلوقات میں سے کسی کیلئے ایسا نام رکھا جائے جو صرف خدا ہی کے لئے موزوں ہو۔'' (تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ 104-103)

یہاں رک کر صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کے اعمال پر نظر ڈالیں تا کہ اُن کے عقائد و تصورات واضح ہو جائیں۔

7۔ محمدؐ اور اجزائے نورِ محمدیؐ کے نام ہی اَسمَاءُ الْحُسنٰی ہیں

''امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیت (7/180) کے متعلق فرمایا کہ بخدا ہم ہی اللہ کے اسماء الحسنٰی ہیں اور اللہ ہماری معرفت کے بغیر بندوں میں سے کسی کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا ہے۔''

عَنْ ابی عبداللّٰہ علیہ السلام فی قول اللّٰہ عزّوجلّ وَلِلّٰہِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا ''قال: نحن واللّٰہ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی الّتِیْ لا یقبل اللّٰہ مِنَ العباد عَمَلًا اِلّا بمعرفتنا.'' (کافی. کتاب التوحید باب النوادر حدیث نمبر 4)

8۔اللہ کے اسماءالحسنٰی اور کلمات پر ایک تحقیقی نظر (پرانا بیان)

آیت (31/27) میں وہ حقیقت پھر دہرائی گئی جو اس سے قبل سورہ کہف میں مختصر طور پر فرمائی گئی تھی۔اور ہم وہاں سے اس لئے خاموش گذر آئے تھے کہ ہمیں سورۂ لقمان کی آیت (31/27) کا انتظار تھا۔اور بھی بہت ایسے مقامات آئے جہاں الفاظ ۔''**کلمہ**''یا''**کلمات**'' بیان ہوئے ہیں ۔لیکن ہم زیر نظر آیت کے آنے تک قارئین کی توجہ سلسلۂ کلام سے ہٹانا نہ چاہتے تھے۔ یہاں یہ گزارش کرنا ہے کہ اِن الفاظ کے معنی بیان کرنے میں طرح طرح کے تکلفات اور آنا کانی سے کام لیا جاتا رہا ہے اور عموماً ''**کلمات**'' کا ترجمہ ''**بات**''۔''**کلام** ''اور''**فرمودات** '' کرلیا جاتا ہے۔ کہیں اُسے ''**فیصلہ**'' قرار دیا جاتا ہے۔الغرض موقع شناسی کوملحوظ رکھ کر کچھ نہ کچھ کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ جب قرآن میں یہ لفظ۔''**کلمات**''سب سے پہلے آیا تھا وہاں ضروری تھا کہ علما چونکیں اور سوچیں کہ اِن الفاظ کے لئے''**عام بات چیت**'' ترجمہ کرنے سے حقیقت چھپ جائے گی۔

فرمایا گیا تھا کہ:۔ **فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ**O(البقرۃ 2/37)

علامہ رفیع الدین کا ترجمہ:۔ ''پس سیکھ لیں آدم نے پروردگار اپنے سے کچھ باتیں پس پھر آیا اوپر اُس کے تحقیق وہی ہے پھر آنے والا مہربان۔''

علامہ مودودی کا ترجمہ:۔ ''اُس وقت آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی جس کو اُسکے رب نے قبول کرلیا کیونکہ وہ بڑا معاف کرنیوالا اور رحم فرمانے والا ہے''۔(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 68-67)

علامہ اشرف علی کا ترجمہ:۔ ''بعدازاں حاصل کر لئے آدمؑ نے اپنے رب سے چند الفاظ تو اللہ نے رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی اُن پر یعنی توبہ قبول کر لی بے شک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان۔'' (مترجمہ قرآن تاج کمپنی صفحہ 10)

فرمان علی کا ترجمہ:۔ ''پھر آدم نے اپنے پروردگار سے (معذرت کے) چند الفاظ سیکھے پس خدا نے (اُن الفاظ کی برکت سے) آدم کی توبہ قبول کر لی بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔'' (مترجمہ قرآن صفحہ 10)

مقبول احمد کا ترجمہ:۔ ''پس آدمؑ کو اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمات ملے (جن سے) خدا نے اُن کی توبہ قبول کر لی بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔'' (مترجمہ قرآن صفحہ 10)

علامہ امداد حسین کا ترجمہ:۔ ''پس آدم نے اپنے پروردگار سے کلمے سیکھے (اُن کی برکت سے) اللہ تعالیٰ نے آدم (کے اس بے محل فعل) سے درگذر کیا بے شک وہ بڑا درگذر کرنے والا مہربان ہے۔'' (مترجمہ قرآن صفحہ 8)

شیعہ سُنّی ترجموں کی جانچ اور اُن دونوں کی طرف سے غلط تصورات کا اضافہ

بات شروع کرنے سے پہلے یہ سن لیں کہ ان ترجموں میں پہلے تین تراجم اہل سُنت لیبل کے علما کے ہیں اور دوسرے تین شیعہ لیبل کے مترجمین ہیں اور اگر آپ تمام ترجموں کو خود دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ جناب اشرف علی تھانوی اور جناب مقبول احمد کے علاوہ ان میں سے کوئی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قابل تعظیم نہیں سمجھتا اسلئے کہ اُنہوں نے اُنکے نام پر نہ تو حرف (ؐ) (صلی اللہ علیہ) لکھا نہ (ؑ) (علیہ السلام) بنایا پھر یہ دیکھیں کہ اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جسکا ترجمہ ۔''سیکھے''۔ ''سیکھ لیں''۔ ''سیکھ کر''۔ ''حاصل کر لئے'' کیا جاسکے اور نہ آیت میں

آدمؑ کے معافی مانگنے یا توبہ کرنے کا تذکرہ ہوا ہے اور نہ درگذر کرنے، معاف کرنے یا بخشنے کیلئے کوئی لفظ موجود ہے۔ رہ گئے آیت کے اندر آئے ہوئے الفاظ، اُن کی ذمہ داری ہمارے سر ہے۔ اُن میں وہ مقصد نہیں ہے جو اُن علما کے سر میں بھرا ہوا خودساختہ عقیدہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حکم خدا کے خلاف (معاذ اللہ) نافرمانی کا گناہ یا ترکِ اولیٰ کیا تھا اور اسلئے اُنہوں نے گویا اُن علما کی زبان میں ہاتھ جوڑ کر، ناک زمین پر رگڑ کر معافی طلب کی اور اللہ نے درگذر یا معافی دے دی۔ یہ تصور اسلئے بھی غلط اور باطل ہے کہ قصور، خطا، گناہ یا غلطی کے بعد محض معافی مانگ لینا یا بقول اُن علما کے توبہ کر لینا کافی تھا۔ تو **"کلمات"** کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ پھر ہم چیلنج کرتے ہیں کہ حضرت آدمؑ سے نہ غلطی ہوئی نہ ترکِ اولیٰ سرزد ہوا۔ اسلئے کہ نہ تو قرآن سے ثابت ہے نہ انبیاؑ سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ ہمیں یا قارئین کو وہ حکم دکھایا جائے جس کی آدمؑ نے خلاف ورزی کی تھی۔ **"لَاتَقْرَبَا"** کے معنی **"لاتاکلا"** نہیں ہیں۔ بات قرآن سے ہوگی باقی تصورات اور خودساختہ تفہیمات سے نہیں۔ اس آیہ مبارکہ (2/37) میں دو الفاظ قابل غور ہیں۔ اوّل **"فَتَلَقّٰی"** دوم **"تَابَ"** تاب کے معنی اصلاح کیلئے پلٹ کر آنا اور کام کو وہیں سے شروع کرنا جہاں سے اصلاح کی ضرورت سامنے آئی ہے۔ چنانچہ اس آیت میں لفظ یا فعل **"تَابَ"** کا فاعل آدمؑ نہیں بلکہ اللہ ہے۔ اگر علما اس لفظ کے اردو والے معنی توبہ کرنا، ہاتھ جوڑنا، کرنا چاہیں تو یہ کام آدمؑ نے نہیں بلکہ اللہ نے کیا ہے۔ آدمؑ نے جو کچھ بھی اس آیت میں کیا ہے اُس کا تعلق لفظ **فَتَلَقّٰی** سے ہے۔ اور اس لفظ پر اور اس کی بنیاد (مادّہ) پر ہم (اپنی قرآن کی تفسیر) **"احسن التعبیر"** سورہ قصص کی تشریح نمبر 16 میں گفتگو کر چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ لفظ **تَلَقّٰی** کا مادہ **"ل۔ق۔ی"** ہے اور اس مادہ میں **ملاقات، ملنا، آمنے سامنے رُودررُو ہونا۔ کسی چیز**

کوکسی کے سامنے پیش کرنا لازمی معنی ہیں چنانچہ آیت (2/37) کا ترجمہ یہ ہوگا کہ:۔

۔''چنانچہ آدمؑ نے اپنے رب کے کلمات سے ملاقات کی (یا کلمات کے سامنے پیش ہوئے) تو اللہ نے ان (آدمؑ) کی راہ نمائی اور اصلاح کیطرف توجہ کی اللہ بے شک سب سے زیادہ راہنمائی اور اصلاح کیلئے متوجہ ہونے والا رحیم ہے۔''

بات ختم ہوگئی نہ کہیں گناہ، غلطی اور ترک اولیٰ کی بات ہے۔ نہ کچھ سیکھنے یا سکھانے کا موقع ہے۔ نہ کسی اور کہانی یا روایت کی احتیاج ہے۔ **کلمات سے ملاقات** ہوجانا یا کلمات کے سامنے جناب آدمؑ کا پیش ہوجانا ہی اس بات کی ضمانت تھا کہ آئندہ حضرت آدمؑ یا بنی آدمؑ کی راہنمائی واصلاح اور دستگیری کیلئے اللہ ذمہ داری قبول کرلے۔

علامہ مودودی نے یہ تو لکھ دیا کہ:۔ ''آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی جس کو اُس کے رب نے قبول کرلیا۔''

مگر علامہ کو یہ بتانا چاہئے تھا کہ وہ ''**کلمات**'' کیا تھے؟ جن سے توبہ قبول کرنے میں دیر نہ لگی؟ اور یہی نہیں کہ (معاذ اللہ) قصور و غلطی و گناہ معاف کر دیا بلکہ اللہ نے حضرت آدمؑ کو اُسی وقت مجتبیٰ و مصطفیٰ بھی بنا دیا تھا (طٰہٰ 20/122 اور 3/33) اور اس کے بعد زمین پر بھیجا تھا (20/123)۔

علامہ نے یہ بھی مانا ہے کہ:۔ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ''**کلمات**'' سے آزمایا تھا اور نتیجہ میں انہیں درجہ امامت پر فائز کر دیا تھا۔ لیکن وہاں مودودی صاحب نے ''کلمات'' سے وہ مشکلات مراد لی ہیں جو اُنہیں انکی زندگی میں پیش آئیں۔ حالانکہ اللہ نے ان مشکلات کو کہیں ''کلمات'' قرار نہیں دیا ہے۔ بلکہ انکی پوری سرگذشت بیان کی ہے اور اسی قسم کی دقتیں، مصائب اور مشکلات تمام انبیؑا کو پیش آئے

ہیں۔کیا اُن سب کو اللہ نے امامت کا درجہ دیا تھا؟ یہاں علامہ نے آیت کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے سنئے:۔

وَاِذَا بْتَلٰی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً.........(2/124)

علامہ کا ترجمہ:۔ ''یاد کرو کہ جب ابراہیمؑ کو اسکے رب نے ''چند باتوں میں آزمایا'' اور وہ اُن سب میں پورا اُتر گیا تو اس نے کہا کہ میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 110)

یہاں ہمیں صرف لفظ ''**کلمات**'' کے متعلق توجہ دلانا ہے۔اللہ نے فرمایا ہے کہ **فَاَتَمَّھُنَّ** اور علامہ نے اسکا ترجمہ کیا کہ:۔

علامہ کا ترجمہ:۔ ۔''وہ اُن سب میں پورا اتر گیا۔'' حالانکہ اللہ نے یہ کہا تھا کہ:۔

علامہ رفیع الدین کا ترجمہ:۔ ''**پس پورا کیا ان کو۔**''

یعنی خود ابراہیمؑ پورے نہیں اُترے بلکہ انہوں نے کلمات کو مکمل کیا یعنی ابراہیمؑ کے امتحان میں تمام کلمات نہ تھے بلکہ چند کلمات (بِکَلِمٰتٍ) تھے۔ابراہیمؑ کی آزمائش یہ تھی کہ وہ کلمات کی تعداد میں کمی کو محسوس کر کے اُن کی پوری تعداد بتائیں۔ چنانچہ انہوں نے تمام کلمات پورے پورے بتا دیئے (اَتَمَّھُنَّ)۔جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے تمام اسما کے مسمّٰی بتا دیئے تھے (بقرہ 33-2/32) اور یہاں بھی اُن ہی کلمات کے نام بتائے گئے تھے اور اُن ہی کلمات سے ملاقات کی بنا پر مجتبٰی اور مصطفٰی بنائے گئے تھے۔ بہر حال علامہ کلمات کے متعلق یہ بھی مانتے ہیں کہ ''**باتوں**'' (**کلمات**) سے مراد اُسکے کام اور کمالات اور عجائبِ قدرت وحکمت ہیں (تفہیم جلد 3 صفحہ 50 حاشیہ نمبر 80) اور اللہ کی باتوں (کلمات) سے مراد ہیں اس کے تخلیقی کام اور اس کی قدرت وحکمت کے کرشمے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 23 حاشیہ نمبر 48)

قارئین غور فرمائیں کہ علامہ نے ترجمہ تو کلمات کا ''باتوں'' کیا لیکن یہاں باتوں کو اللہ کے کام مان لیا اور کام بھی وہ جو قدرت اور کمال اور عجائبات سے تعلق رکھتے ہوں۔ اب ایک قدم اور آگے بڑھیں تاکہ حقیقی کلمات صلوٰۃ اللہ علیہم تک رسائی میں سہولت ہو جائے۔

''کلمات'' الفاظ یا باتیں نہیں اور کام بھی نہیں بلکہ چند معزز ترین ''بزرگ ہستیاں'' ہیں

اللہ نے فرمایا ہے کہ (علامہ کی زبانی سنئے)

۔''اور جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریمؑ اللہ تجھے اپنے ایک فرمان (**کلمہ**) کی خوشخبری دیتا ہے۔ اُس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریمؑ ہوگا، دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا، اللہ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائے گا۔ لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 251 (3/45-46)

قارئین کو علامہ کی سینکڑوں ہیرا پھیریوں کے باوجود یہ معلوم ہو گیا کہ بہت سے کلمات میں سے ایک کلمہ کا نام **''عیسیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام''** بھی ہے اور وہ بھی باقی کلمات کے ساتھ مقرب بندوں میں شمار ہوگا۔ یعنی باقی کلمات بھی نہ باتیں ہیں نہ کام ہیں نہ فرمودات ہیں بلکہ مقرب بارگاہ خداوندی بندے ہیں اور یہ کہ وہ بندے بھی کم از کم اندھوں کو بینائی عطا کرنے والے، مردوں کو زندگی بخشنے والے، علم غیب کی اطلاع دینے والے، کوڑھیوں کو تندرست کر دینے والے اور ہر زمانے اور ہر عمر میں بولنے والے اور مجسم معجزات بندے ہیں۔

کلمات کے تعارف میں مرحلہ وار ایک اور قدم بڑھا کر محمدؐ و آل محمدؐ کی طرف آیئے

اب قارئین یہ دیکھیں کہ اللہ نے کس حسن واحتیاط کے ساتھ حقیقی کلمات

صلوٰۃ اللہ علیہم کی طرف راہنمائی کی ہے۔ارشادِ خداوندی ہے کہ:۔

۔’’اور ابراہیمؑ نے اپنے عقیدہ کو ایک باقی رہنے والے کلمہ کی صورت میں اپنے بعد اپنے خاندان میں چھوڑا تھا۔‘‘

’’چنانچہ ان قریشی لوگوں کو اور اُن کے باپ دادوں کو اُس سے نفع اندوزی کرنے کا ہم نے کافی موقعہ دیا یہاں تک کہ اُنکے پاس مکمل حق اور مشہور و معروف رسولؐ پہنچ گیا۔‘‘ (زخرف 29-43/28)

آپ یہ جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد میں ایک مسلسل قائم رہنے والی مسلم اُمت کی دُعا کی تھی (2/128) اور اُسی اُمت میں سے آنحضرتؐ کے مبعوث ہونے کی بھی دُعا کی تھی (2/129) اور یہ دعا بھی کی تھی کہ اَے اللہ میرے لئے آخری زمانہ والوں میں ایک راست گو زبان قائم کر دینا (الشعرآء 26/84) اور جواب میں اللہ نے فرمایا تھا کہ ہم نے ابراہیمؑ ہی کیلئے نہیں بلکہ اُن کی اولاد کے انبیاؑ اسحاقؑ و یعقوبؑ کیلئے بھی علیؑ کو راست گو زبان مقرر کر دیا ہے۔(مریم 19/50)

لہٰذا خالص قرآن کے بیانات سے جناب محمد مصطفیٰ اور علی مرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیہا کلماتِ خداوندی ثابت ہو گئے۔اب اُن کے صفات اور القابات احادیث سے سن کر دیکھیں کہ چودہ سمندر ہی نہیں اور اس دنیا کے تمام درخت ہی نہیں بلکہ اگر ساری کائنات کی فضائیں اور خشکیاں بھی روشنائی میں تبدیل ہو جائیں اور کائنات کی ہر مخلوق درخت بن کر قلم بن جائیں اور تمام جن وانس اور ملائکہ منشی اور اہل قلم بن جائیں تب بھی یہ تمام سامان ختم ہو جائے گا مگر اللہ کے ایک کلمہ کی صفات وخصوصیات وقدرت کو احاطہ تحریر میں نہ لایا جاسکے گا۔

حدیث میں کلمۃاللہ کی پوزیشن مقام محمدیؐ مصطفویؐ اور مرتضویؑ

چنانچہ علمائے اسلام عموماً اور علامہ مودودی خصوصاً مانتے ہیں کہ کلمات کی ذیل میں اللہ نے جو فرمایا ہے وہ مبالغہ نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت ہے سنئے:۔

''یہ مضمون اس سے ذرا مختلف الفاظ میں سورہ کہف آیت نمبر 109 میں بھی بیان ہوا ہے۔ بظاہر ایک شخص یہ گمان کرے گا کہ شاید اس قول میں مبالغہ کیا گیا ہے۔ لیکن اگر آدمی تھوڑا سا غور کرے تو اسے محسوس ہوگا کہ درحقیقت اس میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں ہے۔ جتنے قلم اس زمین کے درختوں سے بن سکتے ہیں اور جتنی روشنائی زمین کے موجودہ سمندر اور ویسے ہی سات مزید سمندر فراہم کر سکتے ہیں۔ ان سے اللہ کی قدرت وحکمت اور اسکی تخلیق کے سارے کرشمے تو درکنار، شاید موجودات عالم کی مکمل فہرست بھی نہیں لکھی جاسکتی۔ تنہا اس زمین پر جتنی موجودات پائی جاتی ہیں انہی کا شمار مشکل ہے، کجا کہ اس اتھاہ کائنات کی ساری موجودات ضبطِ تحریر میں لائی جاسکیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 23)

علامہ نے جو کچھ لکھا اور جس دل سے لکھا اور جس مقصد سے لکھا ہے اس سے قطع نظر کر کے اتنا تو سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ علامہ کے نزدیک بھی اللہ نے اپنی ساری کائنات کی موجودات اور اپنی قدرت کی انتہا اور اپنے کرشموں اور معجزات وکمالات کو ظاہر کرنے کے لئے لفظ ''**کلمات**'' استعمال کیا ہے۔

قارئین کے سمجھنے میں سہولت کے لئے ہم دو جملے اور لکھنا چاہتے ہیں تاکہ جب اُن کے سامنے احادیث کے حیران کن بیانات آئیں تو اُنہیں بجائے مبالغہ کے حقیقت سمجھنے کی کوشش کریں۔ ذرا سوچیے کہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام سے قیامت تک کتنے انسان پیدا ہوں گے؟ کیا اُن کا شمار آسان ہے؟ پھر کیا یہ سمجھنا کوئی

مشکل بات ہے کہ اللہ نے آدمؑ وحواؑ میں ساری نوع انسان کو سمیٹ دیا تھا ؟ کیا وہ دونوں پوری نوع انسان کی بنیاد نہیں ؟ پھر حواؑ کی بنیاد بھی تو خود آدمؑ ہیں اس لئے کہ انہیں حضرت آدمؑ ہی سے وجود بخشا تھا (4/1) پھر آدمؑ ایک نبیؑ ہیں اور انبیاءؑ بھی کلمہ ہونے کی وجہ سے ''**کلمات**'' میں داخل ہیں (3/45)۔

لٰہذا حضرت آدمؑ خود بھی ایک **کلمہ** ہیں تو کیا اس کلمہ کو بیان کرنے کے لئے ساری نوع انسان اور اس کے تمام متعلقات کا بیان کرنا آسان ہے؟ پھر آدمؑ ہوں یا کوئی اور نبیؑ ہو اُن کی بھی تو کوئی بنیاد ہوگی ۔لٰہذا علامہ مودودی کی یہ بات صحیح ہے کہ لفظ ''**کلمات**'' پوری کائنات وتخلیقات وعجائبات ومعجزات اور اللہ کی ساری قدرتوں کے مجموعہ کا خلاصہ ہے۔اب احادیث سنئے اور کلمات کے کرشمے دیکھئے:۔

1۔امام زین العابدؑین کی زبان مبارک سے کلمات پر آیات اور بیانات

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

قُلْ لَّوْکَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَالْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْجِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا O (الکھف 18/109)

وَلَوْ اَنَّ مَافِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُیَمُدُّہٗ مِنْ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّانَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌحَکِیْمٌ O(لقمٰن 31/27)

یاجابر اثبات التوحید ومعرفۃ المعانی اما اثبات التوحید ومعرفۃ اللّٰہ القدیم الغائب الذی لاتدرکہ الابصار وھو.

(عربی عبارت کیلئے احسن التعبیر سورہ لقمان میں ملاحظہ ہو)

اَے محمدؐ کہہ دو کہ اگر تمام سمندر **کلمات اللہ** (صلی اللہ علیہم) کی تفصیل لکھنے کیلئے روشنائی بن جائیں تو اُن کی روشنائی ختم ہو جائیگی لیکن میرے پروردگار کے کلمات کی تعریف ختم نہ ہوسکے گی ۔ بلکہ اگر ہم اتنی ہی روشنائی اور فراہم کر دیں تو وہ بھی کلمات اللہ کی

توصیف وتعریف وتفصیل کے لئے کافی نہ ہوگی۔ پھر یہ آیت بھی تلاوت فرمائی کہ زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور زمین کے تمام سمندر روشنائی بن جائیں اور مزید سات سمندر مل کر روشنائی فراہم کریں تب بھی کلمات خداوندی کی تفصیل ختم نہ ہوگی۔ بلاشبہ اللہ اسی وجہ سے تو ہر حالت میں غالب حکمت والا ہے۔اَے جابر اللہ کی یگانگت اوراس کے معنی کی معرفت کے متعلق یہ سمجھ لو کہ اللہ کی ذات اوراس کی معرفت،اُس کی قدامت اور غیبت میں اس طرح ہے کہ وہ وہی ذات ہے کہ تمام آنکھیں اُس کا ادراک نہیں کرسکتیں۔اوروہ ہر آنکھ کا ادراک رکھتا ہے اور یہ کہ اُسے مثالوں سے بھی نہیں سمجھا جاسکتا۔کیونکہ اُس کی کوئی مثال موجود نہیں ہے۔حالانکہ وہ سننے والا بھی ہے اور جاننے والا بھی ہے۔اوروہ غائب و پوشیدہ بھی ہے لہٰذا ادراک کرسکتا ہے جیسا کہ خود اُس نے اپنی صفات میں فرمایا ہے۔رہ گئے توحید اوراُس کی معرفت کے معانی ومطالب چنانچہ اُس کی توحید و یگانگت اور معرفت کے معنی ومفاہیم ہم خود ہیں اور ہمیں تمہارے درمیان ظاہر کرکے دکھادیا گیا ہے۔اللہ نے ہمیں اپنی ذات کے نور سے اختیار کیا ہے اور ہمیں اپنے بندوں کے امور سونپ دیئے ہیں۔ چنانچہ ہم جو چاہتے ہیں اُس کی اجازت سے کرتے ہیں اور جب ہم چاہتے ہیں تو اللہ چاہتا ہے اور ہم جب ارادہ کرتے ہیں تو اللہ ارادہ کرتا ہے۔یعنی ہم اُس کے ارادے اورمشیت کے ماتحت رہتے ہیں اورایسے تمام مقامات پر اللہ کی نمائندگی بجالاتے ہیں۔اُس نے ہمیں بندوں میں سے انتخاب کرکے مصطفیٰ بنایا اور اپنی تمام آبادیوں میں اپنی حجت قرار دیا ہے اور جوکوئی ان مذکورہ مقامات کا انکار کرے یا اُن میں سے کسی ایک بات کا منکر ہو یا کسی منزلت کی تردید کرے تو وہ براہِ راست اللہ کا انکار کرنے والا ہے اوراُس کا منکر ہے اور اللہ کی واضح آیات پر پردہ

ڈالنے والا ہے اور اُس کے نبیوںؑ اور رسولوںؑ کی پوزیشن کو چھپانے والا ہے۔ اور اَے جابر جو کوئی اللہ کی معرفت مذکورہ صفات کے ساتھ حاصل کر لے تو اُس نے توحید کو ثابت کر دیا ہے۔ اس لئے کہ یہی وہ صفات ہیں جو نازل شدہ کتاب کے مطابق ہیں اور اُس کا وہی قول ہے کہ اُسے آنکھوں سے پایا نہیں جا سکتا اور وہ آنکھوں کو پاتا اور دیکھتا ہے۔ اُس کی مثال کسی چیز سے نہیں دی جا سکتی اور یہ کہ وہ سننے والا اور دیکھنے والا بھی ہے اور اُسی نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی اُس کے کسی فعل پر جواب طلبی نہیں کر سکتا اور باقی تمام مخلوقات قابل باز پرس ہیں۔ (یہ حدیث ابھی جاری ہے)

2۔ کلماتِ خداوندی کی دوسری جھلک

جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضوؐر نے فرمایا کہ میں زمین کی راہوں اور طریقوں کی بہ نسبت آسمانی طریقوں اور راہوں کی زیادہ معرفت رکھتا ہوں۔ ہم وہ نام ہیں جنہیں اللہ نے اپنے علمی خزانے میں اور راز و رموز کی کان میں محفوظ رکھا ہوا تھا۔ اور ہم اللہ کے وہ حَسین نام (اسماء الحسنٰی) ہیں جن کا اُس نے قرآن میں چار مقامات پر بیان فرمایا ہے۔

وَلِلّٰـهِ الْاَسْمَـآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (اعراف 7/180، کہف 18/110، طٰہٰ 20/8، حشر 59/24) **نحن الاسماء المکتوبة علی العرش ولا جلنا خلق اللّٰه عزّوجلَّ السَماء والارض والعرش والکرسی والجنة والنار ومناتعلمت الملائکة التسبیح والتقدیس والتوحید والتهلیل والتکبیر ونحن الکلمت الّتی تلقا ها آدمٌ من ربه فتاب علیه ''۔**

۔'' کہ اللہ کے واسطے ہیں اچھے نام اُن ہی سے اُسے پکارا کرو جن کے وسیلے سے دعائیں مستجاب ہوتی ہیں اور ہم وہ اسمائے گرامی ہیں جو عرش پر لکھے ہوئے چلے

آ رہے ہیں اور ہمارے ہی لئے اللہ نے آسمانوں کو زمینوں کو اور عرش و کرسی کو اور جنت اور دوزخ کو پیدا کیا ہے۔اور ہم ہی سے ملائکہ نے تسبیح کرنا تقدیس کرنا اور کلمہ توحید و تہلیل پڑھنا اور تکبیر کرنا سیکھا ہے۔ہم ہی وہ کلمات ہیں جن سے آدمؑ کی ملاقات کرائی گئی تھی اور اُن کی ہدایت کاری اور اصلاح حال کی ذمہ داری لی گئی تھی۔''

3۔ کلمات کی تیسری جھلک

جناب طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

''اَے طارق امامؑ اللہ کا کلمہ ہے وہی اللہ کی حجت ہے اور وہی وجہ اللہ یا اللہ کی توجہ ہے۔وہ اللہ کا نور ہوتا ہے وہی اللہ کے لئے حجاب ہوتا ہے۔اُس کو اللہ کی آیت یا معجزہ کہتے ہیں۔اللہ نے اُسے اپنے لئے اختیار کیا ہے اور اُس کے لئے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہی سبب ہے کہ امامؑ کی اطاعت و ولایت اور حکومت کو اپنی تمام مخلوقات پر واجب کرتا ہے۔لہٰذا امامؑ ہی اللہ کی طرف سے اللہ کا حکمران ہے۔اس کی حکومت زمین پر بھی اور آسمانوں پر بھی ہوتی ہے اور اُسی کی حکومت و اطاعت کے لئے اُس نے اپنے بندوں سے عہد لے رکھا ہے۔چنانچہ جو کوئی امام پر تقدم حاصل کر کے خود کو امام بنالے تو اُس نے عرش کی بلندیوں پر اللہ سے کفر کیا اور وہ کافر ہے۔چنانچہ امامؑ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور امامؑ اسی وقت چاہتا ہے جب کہ پہلے اللہ چاہے۔اور اللہ امامؑ کے بازو پر لکھ دیتا ہے کہ تیرے رب کا کلمہ سچائی اور عدل کے ساتھ مکمل ہو گیا ہے۔چنانچہ امامؑ ہی مجسم صدق وعدل ہوتا ہے اور اللہ امامؑ کے لئے ایک نور کا ستون بلند کر دیتا ہے جو زمین سے لے کر آسمانوں کی پنہائیوں میں سے گزرتا ہے اور امامؑ اس نوری ستون میں تمام مخلوقات کے اعمال دیکھتا رہتا ہے۔اور ضمیروں کے احوال و واردات کو جانتا ہے۔

اور غیب پر مطلع رہتا ہے اور مشارق و مغارب کے درمیان سب کچھ دیکھتا ہے۔ چنانچہ اُس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی ہے۔ نہ کائنات کے اندر نہ ملکوت کے اندر۔''

یہ حدیث بھی بہت طویل و مفصل ہے اور اس میں کوئی ایسی صفت نہیں ہے جو امامؑ کے لئے ثابت نہ ہوگئی ہو۔ اسی میں فرمایا ہے کہ:۔ ''وَهُمْ الْكَلِمَةُ الْعُلْيَا (توبہ 9/40۔ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا) وہی اللہ کا بلند رہنے والا کلمہ ہیں اور یہ کہ:۔

مبدالوجود و غاية وقدرة الربّ ومشيته وام الكتاب وخاتمته و خزنة الوحى وحفظته ۔ وہ تمام موجودات کی بنیاد ہیں، اللہ کی قدرت اور اس کی مشیت وہی ہیں اور وہی ام الکتاب یعنی کتاب کی بنیاد ہیں اور وہی کتاب کا مجسم خاتمہ ہیں۔'' (کتاب العوالم فضائل آل محمدؐ) اور یہ جملہ بھی جناب علی مرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ نے فرمایا ہے کہ:۔ **اَنَا آخذ العهد على الارواح فى الازل انا المنادى لهم اَلَسْتُ بربّكم بامرقيوم لم يزل انا كلمة اللّٰه الناطقة فى خلقه**

۔'' میں ہی وہ ہستی ہوں جس نے اللہ کے حکم سے تمام ارواح سے روز ازل عہد لیا تھا اور میں ہی وہ ندا کرنے والا ہوں جس نے سب سے پوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا پرورگار نہیں ہوں؟ اور میں مسلسل اللہ کی مخلوقات کے اندر اللہ کا بولتا ہوا کلمہ رہا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ میں وجہ اللہ ہوں میں ہی جنب اللہ، اللہ کا پہلو نشین ہوں۔ میں اللہ کا ہاتھ ہوں۔ میں اللہ کی آنکھیں ہوں۔ میں بولتا ہوا قرآن ہوں۔ میں سچی نکلنے والی دلیل ہوں۔ میں ہی لوح محفوظ ہوں۔ میں بلند مرتبہ قلم ہوں۔ میں ہی **الــم** والی کتاب ہوں۔ میں ہی **ک ہ ی ع** اور **ص** ہوں، میں **ط** اور **ہ** ہوں اور یوں بھی واضح فرمایا ہے کہ:۔

۔'' میں ہی اللہ کا وہ کلمہ ہوں جو منتشر اجزاء کو ایک صورت میں مجتمع اور مؤثر کرتا ہے۔

اور مجتمع اجزاء کو بکھیر کر متفرق کر دیتا ہے اور میں ہی اللہ کے حسن انگیز ناموں کا (اسماء الحسنیٰ) کا مجموعہ ہوں اور اللہ کی بزرگ ترین مثالیں ہوں اور میں ہی اللہ کی بڑی آیات ہوں اور میں ہی جنت کا مالک ہوں اور میں ہی جنت کے حقداروں کو جنت میں بساؤں گا اور میں ہی جہنم کا مالک ہوں اور جہنم کمانے والوں کو جہنم میں جھونکوں گا۔''

گذارش:۔

یہاں جن حضرات کو مبالغہ معلوم ہو وہ اتنی سی بات سوچیں کہ حضرت علی علیہ السلام اور اُنکے بعد کے آئمہ علیہم السلام اگر سچ مچ وہ سب کچھ نہ ہوتے جو آپ نے ابھی ابھی پڑھا ہے تو اُنہیں اور اُن کی اولاد کو بھی وہی کچھ کرنا چاہیئے تھا جو باقی خلفا کی اولاد نے کیا۔ اُن کو بھی اپنی جان و مال کا تحفظ کرنا چاہیئے تھا۔ اُنہیں بھی قرآن کے عطا کردہ اُن حقوق کی آڑ لینا چاہیئے تھا جو باقی مدینہ کے تمام صحابہ اور اُن کی اولاد نے اختیار کی تھی۔ چونکہ اُن کو وہ رعایات حاصل نہ تھیں جو خلفا اور اُن کی اولاد و دیگر صحابہ اور اُمت کو دی گئی تھیں کہ خطرات سے بچنے کیلئے جان کا خطرہ ہو تو کفر اختیار کر لیں۔ شرابی کو خلیفہ اور امیر المومنین مان لیں، غاصبوں، ظالموں کے سامنے دست بستہ رہیں۔ چونکہ وہ حضرات خود دین تھے وہ دین کی عطا کردہ رعایتوں سے کیسے فائدہ اُٹھاتے؟ اور دین کو تباہ ہو جانے دیتے؟ یہ کائنات کا سارا کاروبار اُن ہی کی ذمہ داری تھی وہ کس طرح خود اپنی ذمہ داری کو خود اپنے کاروبار کو تباہ ہونے دیتے؟ اُن پر لازم تھا کہ وہ لعنت کے حقداروں کو دین کی آڑ سے نکالتے اور اُنکے چہروں سے اسلام کی نقاب کو نوچ کر پھینکتے۔ لہٰذا اُنہوں نے اللہ کے وعدوں پر یقین کیا۔ روزِ جزا پر بھروسہ کر کے وہ کچھ کر دکھایا جو افرادی و مالی قوتوں سے ناممکن تھا۔ آج دنیا کی عظیم کثرت کے سامنے وہ لوگ برہنہ کھڑے ہیں جو مقدس مآب بن گئے تھے۔ آج مسلمانوں کی

وہ کثرت کافروں، بے دینوں، یہود و نصاریٰ کے سامنے محتاجوں، فقیروں اور ملعونوں کی صورت میں کاسہءِ گدائی لئے کھڑی ہے جو اُن حضرأت کے خلاف اُٹھی تھی۔وہ اس یقین پر اٹھی تھی کہ یہ حضرات مشیت و رضائے خداوندی کے خلاف کوئی اقدام نہ کرینگے۔آج اُن کا خودساختہ دین، دنیا کے تمام مذاہب اور فلسفوں کے سامنے ذلیل وخوار ہے اور اُن کی تفہیمات کی وجہ سے یہ قرآن ایک نا قابلِ اعتنا کتاب بن کر رہ گیا ہے۔اب تو وہ بھی اس قرآن کو بے معنی سمجھ رہے ہیں اور اس سے کسی قسم کی مدد نہیں لے رہے ہیں۔صرف قرآن کو نعروں میں استعمال کرتے ہیں ورنہ کافرانہ قوانین سے مدد لے رہے ہیں۔وہ اجتہاد کی بیساکھیوں سے چلتے ہیں۔آج قرآن سے اُن کا کوئی پروگرام تعلق نہیں رکھتا۔وہ روزانہ کی ضروریات پر اپنے پروگرام بناتے ہیں اور دوسروں کی ضروریات کو آڑ بنا کر اُن کے سہارے چلتے ہیں۔نعرے اسلام اسلام کے مارتے جاتے ہیں مگر کام کافروں کے معیار سے بھی گرے ہوئے کرتے ہیں۔

یہ اقتباس تفسیر احسن التعبیر ،سورہ لقمٰن آیت 31/27 سے نقل کیا گیا ہے۔جن حضرات کو احادیث کی عربی عبارت درکار ہو وہ مذکورہ بالا صفحات سے ملاحظہ فرمالیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں محمد مصطفیٰؐ کی پیدائش و پرورش کو انسانی پیدائش و پرورش سے بلند و برتر رکھا ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہی نہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلیۓ وہی الفاظ اور طریقہ استعمال کیا جائے جو انسانوں یا انبیا علیہم السلام کیلیۓ استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ حضورؐ کیلیۓ قرآن میں مکمل حیثیت بیان کی گئی ہے اور وہ چار صورتوں میں ہے۔

1۔ اَرۡسَلۡنَا .... ہم نے بھیجا۔

2۔ اَنۡزَلَ اللّٰهُ .... اللہ نے نازل کیا۔

3۔ جَاءَ کُمْ.......................... تمہارے پاس آیا۔

4۔ بَعَثَ اللّٰہ.......................... اللہ نے متعین کیا۔

قرآن کریم آپؐ کے ذکر سے لبریز ہے۔مگر اِن چار صورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت حضورؐ کی دنیا میں آمد کیلئے مذکور نہیں ہے اور یہ چاروں صورتیں بتاتی ہیں کہ عرب یا مکہ میں بھیجے جانے یا نازل کرنے یا متعین ہونے یا آنے سے پہلے آپؐ کائنات میں کسی جگہ اُسی مکمل صورت میں موجود تھے جس میں بھیجے گئے یا نازل کئے گئے یا متعین ہوئے یا آئے تھے۔یعنی نہ قرآن میں آپ کے حمل میں رہنے کا ذکر ہوا، نہ پیدائش کا بیان ہوا نہ دودھ پینے کی بات ہوئی، نہ بچپن سے جوانی کو پہنچنے کا تذکرہ ہوا جیسا کہ باقی انسانوں اور انبیاءؑ کا ذکر کیا گیا ہے۔

انبیاءؑ کی پیدائش اور قرآن کے الفاظ

جن انبیاء علیہم السلام کی پیدائش کا ذکر قرآن میں ہوا ہے۔اُن کے لئے بھی اللہ نے انسانوں کی پیدائش کے مراحل کو چھوڑ کر جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ ملاحظہ ہو:۔

1۔ حضرت یحییٰؑ کیلئے اللہ کے الفاظ

حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ سے دُعا کی تھی کہ :۔

فَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّاO يَّرِثُنِىْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّاO يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّاO(19/5-7)

۔''خدایا مجھے اپنے پاس سے ایک ولی عطا فرمادے جو میرا اور آلِ یعقوبؑ کا وارث ہو اور اُس کو ایک پسندیدہ انسان بنانا۔''

اللہ نے جواب میں فرمایا کہ :۔ ''اَے زکریا ہم سب تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری

دیتے ہیں جس کا نام یحییٰؑ ہوگا اور ہم سب نے اِس نام کا کوئی شخص اس سے پہلے پیدا نہیں کیا ہے۔'' (مریم 7-19/5)

حضرت زکریاؑ نے پوچھا کہ:۔ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا O (19/8)

''عرض کیا کہ میرے یہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا جب کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہوکر سوکھ چکا ہوں؟''

اللہ نے جواب دیا کہ:۔ قَالَ کَذٰلِکَ قَالَ رَبُّکَ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًاO(19/9)

''جیسا ہم نے کہا ہے ویسا ہی ہوگا تیرا رب کہتا ہے کہ یہ تو میرے لئے بہت معمولی سی بات ہے۔ میں تو خود تجھے اس سے پہلے پیدا کر چکا ہوں جب کہ خود تو کچھ بھی نہ تھا۔''

اسکے بعد اللہ نہ تو حمل قرار پانے کا ذکر کرتا ہے نہ وضع حمل کی بات کرتا ہے۔ بلکہ ایک دم حضرت یحیٰؑ کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

حمل اور وضع حمل کا ظاہری پیدائش کا ذکر نبیوںؑ کے لئے ضروری نہیں ہوتا

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا Oوَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّاوَزَكٰوةً وَكَانَ تَقِيًّا O وَّبَرًّابِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّاO وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا O(مریم15-19/12)

۔''اے یحیٰؑ اس مکمل کتاب کو مضبوطی سے تھام لو اور ہم سب نے اُسے بچپن ہی میں حکومت عطا کردی تھی اور اُسے اپنے یہاں سے نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی تھی اور وہ بڑا پرہیزگار تھا۔ اپنے والدین کا حق شناس تھا وہ جبار اور نافرمان بھی نہ تھا اور:۔

۔''یحیٰؑ پر ہمارا اسلام ہو جس روز کہ وہ پیدا ہوا تھا اور سلام ہو اُسکے مرنے کے دن اور

سلام ہو جب کہ اُسے دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائیگا۔''

2۔ حضرت عیسٰیؑ کی پیدائش پر اللہ کے الفاظ

وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ اِذِانْتَبَذَتْ مِنْ اَھْلِھَا مَکَانًا شَرْقِیًّاO فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِھِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّاO (مریم 19/16-17)

۔'' اَے محمدؐ اس کتاب میں مریمؑ کا حال بھی بیان کر دو جب کہ وہ اپنے اہل سے الگ ہو کر مشرق کی طرف گوشہ نشین تھیں اور اپنے اور اُنکے درمیان ایک پردہ ڈال لیا تھا۔ اس حال میں ہم نے اپنی ایک روح کو تندرست و توانا مرد کی صورت میں مریمؑ کے پاس بھیجا تھا۔''

مریمؑ نے اُسے سچ مچ کا مرد سمجھا تو کہا کہ:۔

قَالَتْ اِنِّی اَعُوْذُبِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّاO (19/18)

۔'' مریمؑ نے کہا کہ اگر تو کوئی پرہیزگار آدمی ہے تو میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔''

روح خداوندی نے مقصد بتایا کہ:۔

قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًازَکِیًّاO (19/19)

'' میں تو تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا رسول ہوں تا کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا فراہم کر دوں۔'' (ھبہ کردوں)۔

حضرت مریمؑ نے سوال کیا کہ:۔

قَالَتْ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّاO (19/20)

۔'' مریمؑ نے کہا کہ مجھے کیسے ایک لڑکا بخشا جا سکتا ہے۔ جب کہ نہ تو مجھے کسی بشر نے چھوا ہے اور نہ ہی میں لڑکا حاصل کرنے کیلئے بغاوت پر آمادہ ہو سکتی ہوں۔''

روحِ خداوندی نے جو کچھ سمجھا تھا وہ مریمؑ کو بتایا:۔ قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا O (19/21)

۔"روح نے کہا کہ ہونا تو اسی طرح ہے۔ تیرا پروردگا کہتا ہے کہ ہمارے لئے یہ معمولی سی بات ہے۔ اسلئے کہ ہم نے اُس لڑکے کو انسانوں کیلئے ایک معجزہ بنانا ہے اور اسے اپنی رحمت قرار دینا ہے اور یہ تو ایک طے شدہ معاملہ ہے۔"

مریمؑ کو حمل قرار پاتا ہے اور زمانہ حمل پورا ہونے سے قبل ولادت ہوتی ہے

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا O فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا O (19/22-23)

۔"چنانچہ مریمؑ کو مذکورہ لڑکے کا حمل قرار پا گیا اور وہ حمل کی حالت میں ایک دور کے مقام پر چلی گئی اور زچگی کی تکلیف نے اسے ایک کھجور کے درخت کے نیچے پہنچا دیا۔ وہاں اس نے کہا کہ کاش میں اس سے پہلے ہی مر چکی ہوتی اور مجھے لوگ بھول بھال گئے ہوتے۔"

روحِ خداوندی نے راہنمائی بھی کی اور تسلی بھی دی

۔"روح خداوندی نے پائنتی کی طرف سے مریمؑ کو پکار کر کہا کہ :۔

"غم نہ کر تیرے رب نے تیرے لئے ایک چشمہ نچلی طرف جاری کر دیا ہے اور تو ذرا اس درخت کے تنے کو ہلا۔ تیرے اوپر تر و تازہ کھجوریں ٹپک پڑیں گی۔ چنانچہ اُن کو کھاؤ اور پانی پیئو اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ پھر اگر کوئی آدمی تمہیں نظر آئے تو اُس سے کہنا کہ میں نے رحمان کیلئے روزہ رکھنے کی نذر مانی ہے اس لئے میں آج کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔"

قوم کا تعجب اور ملامت کرنا:۔ "پھر مریمؑ بچے کو لئے ہوئے قوم کی طرف آئیں

لوگوں نے کہا کہ:۔ ’’اَے مریمؑ تم نے یہ کیا کر ڈالا ہے؟ اَے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ ہی کوئی برا آدمی تھا نہ تیری ماں ہی باغی عورت تھی۔‘‘

مریمؑ نے بچہ سے بات کرنے کا اشارہ کر دیا تو قوم نے کہا کہ:۔

مریمؑ نے بچہ کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے دریافت کرلو تو انہوں نے کہا کہ ایسے بچے سے ہم کیا بات کریں جو ابھی گود میں ہے؟‘‘

حضرت عیسیٰؑ نے جواب دیا۔ ’’میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اللہ نے کتاب دے کر نبیؑ بنایا ہے۔ میں جہاں بھی رہوں مجھے اللہ نے بابرکت بنایا ہے۔ مجھے تا حیات نماز وزکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا ہے اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا ہے اور مجھے جبار اور شقی نہیں بنایا ہے اور اللہ نے مجھ پر سلام بھیجا ہے جب میں پیدا ہوا اور جب میں مروں گا اور جب مجھے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔‘‘(مریم33-19/17)

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی پوزیشن واضح کی کہ:۔

’’میں تمہارے پروردگار کیطرف سے تمہارے پاس معجزات لیکر آیا ہوں۔ میں تمہارے سامنے گارے سے پرندے کی صورت کا ایک مجسمہ بناؤں اوراس پر پھونک ماردوں تو وہ اللہ کی اجازت سے پرندہ بن کر اُڑ جائے گا۔ میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھوں کو بینائی بخش سکتا ہوں اور کوڑھیوں کو تندرست کرسکتا ہوں اور تمہیں وہ سب کچھ بتا سکتا ہوں جو تم کھا کر آئے ہو اور اپنے گھروں میں جن چیزوں کا ذخیرہ رکھتے ہو۔ یہ سب کچھ تمہارے لئے معجزات ہیں اگر تم ایمان دار ہو اور میں اُس تعلیم وہدایت کی تصدیق کرنے والا ہوں جو توریت میں ہے۔‘‘

(آل عمران 50-3/49)

3۔ حضرت موسیٰؑ کے حمل وولادت کا ذکر نہیں کیا گیا

دودھ پلانے اور پالنے کا خاص انتظام والدہ کو وحی

وَاَوۡحَیۡنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوۡسٰٓی اَنۡ اَرۡضِعِیۡهِ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡهِ فَاَلۡقِیۡهِ فِی الۡیَمِّ وَلَا تَخَافِیۡ وَلَا تَحۡزَنِیۡ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَیۡکِ وَجَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَO(28/7)

۔''اورہم سب نے موسیٰؑ کی والدہ کو وحی سے بتایا کہ تم موسیٰؑ کو دودھ پلاتی رہو اور جب تمہیں موسیٰؑ کے متعلق خطرہ محسوس ہوتو موسیٰؑ کو دریا میں ڈال دینا اوراس کی طرف سے خوف وغم نہ کرنا ہم اُسے تمہارے پاس واپس لے آئیں گے اوراُسے رسولوںؑ میں سے ایک رسولؑ بنائیں گے۔''

حضرت موسیٰؑ کے تحفظ اور دودھ پلانے کی مزید تفصیل، جو مانگا وہ دیا اور احسانات میں والدہ شامل ہے

قَالَ قَدۡ اُوۡتِیۡتَ سُؤۡلَکَ یٰمُوۡسٰی Oوَلَقَدۡ مَنَنَّا عَلَیۡکَ مَرَّةً اُخۡرٰی Oاِذۡاَوۡحَیۡنَآ اِلٰٓی اُمِّکَ مَایُوۡحٰی Oاَنِ اقۡذِفِیۡهِ فِی التَّابُوۡتِ فَاقۡذِفِیۡهِ فِی الۡیَمِّ فَلۡیُلۡقِهِ الۡیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاۡخُذۡهُ عَدُوٌّلِّیۡ وَعَدُوٌّ لَّهٗ وَاَلۡقَیۡتُ عَلَیۡکَ مَحَبَّةً مِّنِّیۡ وَلِتُصۡنَعَ عَلٰی عَیۡنِیۡ Oاِذۡ تَمۡشِیۡٓ اُخۡتُکَ فَتَقُوۡلُ هَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰی مَنۡ یَّکۡفُلُهٗ فَرَجَعۡنٰکَ اِلٰٓی اُمِّکَ کَیۡ تَقَرَّ عَیۡنُهَا وَلَا تَحۡزَنَ ......وَاصۡطَنَعۡتُکَ لِنَفۡسِیۡ O(20/36-41)

۔''اللہ نے موسیٰؑ سے فرمایا کہ اَے موسیٰؑ میں نے تمہارے تمام مطالبات منظور کر کے جو تم نے مانگا وہ سب تمہیں دے دیا ہے اور ہم نے تو تم پر پہلے بھی منّتی احسان کیا تھا جب تمہاری والدہ کو وہ سب کچھ وحی سے بتا دیا تھا جو بتانا ضروری تھا۔اُن سے کہا تھا کہ جب تمہیں خطرہ محسوس ہو تو اس بچہ کو تابوت میں رکھ کر تابوت کو بے فکری سے دریا میں ڈال دینا اور ہم پر بھروسہ کرنا کوئی غم نہ کرنا۔دریا بچہ کو محفوظ رکھ کر کنارے پر وہاں پہنچائے

گا جہاں موسیٰؑ کو میرا اور موسیٰؑ کا دشمن اُٹھا لے گا۔ میں نے اَے موسیٰؑ تم پر اپنی محبت کو واجب کر دیا تھا کہ جو دیکھے وہ محبت کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اور ایسا انتظام کر دیا تھا کہ تجھے میری نگرانی میں میری رضامندی کے مطابق پالا اور تربیت کیا جائے اور تمہاری بہن تمہارے ساتھ ساتھ چلی آ رہی تھی اور اُس نے فرعون اور اس کی زوجہ سے کہا تھا کہ میں تمہیں ایک ایسے خاندان کا پتہ بتاتی ہوں جو اس کو دودھ پلائے اور پرورش کرے اور کفالت کا پورا حق ادا کر دے۔ چنانچہ اس طرح ہم نے تمہاری والدہ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دی تھیں اور تمہیں واپس تمہاری ماں کے پاس پہنچوا دیا تھا تاکہ تمہاری والدہ سے حزن و ملال دور رہے۔ بہر حال اَے موسیٰؑ میں نے تمہیں اپنی ذات خاص کے لئے ایجاد کیا تھا۔''

حضرت موسیٰؑ کے تحفظ اور پرورش کا انتظام

انبیاءؑ پر کافر و مشرک و ناپاک عورتوں کا دودھ حرام ہے

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْنَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ Oوَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ Oوَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ Oوَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ Oفَرَدَدْنٰهُ اِلٰى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَاللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ Oوَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ O(28/9-14)

''فرعون کی بیوی نے فرعون سے کہا کہ یہ بچہ میرے اور تیرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور چین ہے لہٰذا اسے قتل نہ کرو ہوسکتا ہے کہ یہ بچہ ہمارے لئے مفید ثابت ہو یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں اور وہ دونوں انجام سے بے خبر تھے۔ اُدھر

موسیٰؑ کی والدہ کا دل فارغ ہو چکا تھا اور قریب تھا کہ وہ سچی بات ظاہر کردیتیں اگر ہم نے اُن کے دل کو اپنے ساتھ مربوط نہ رکھا ہوتا، تاکہ وہ ہماری بات کو پوری طرح مان لیں۔ موسیٰؑ کی والدہ نے موسیٰؑ کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے جائے اور اس پر نظر رکھے۔ چنانچہ وہ اس پر نظر رکھتی رہی اور کسی کو یہ شعور نہ ہوا کہ وہ اس پر نگرانی کررہی ہے۔ اور ہم نے موسیٰؑ پر تمام غیر عورتوں کا دودھ پلانا حرام کررکھا تھا۔ چنانچہ موسیٰؑ کی بہن نے کہا کیا میں تمہیں ایک ایسے خاندان کا پتہ دوں جو اس کی کفالت بھی کرے اور اس کی بھلائی کا ذمہ لے۔ چنانچہ ہم نے موسیٰؑ کو اس کی والدہ کے پاس واپس پہنچا دیا تاکہ اُس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور اُسے حزن وملال نہ ہو اور وہ دیکھ لے کہ اللہ کے وعدے برحق ہوتے ہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جب موسیٰؑ جوان ہو کر سنبھل گئے تو ہم سب نے ان کو علم وحکومت عطا کردی اور وہی طریقہ ہے جس سے ہم محسنین کو جزا دیا کرتے ہیں۔''

یہاں بھی یہ معلوم ہو گیا کہ نبیوںؑ کی پیدائش و پرورش خود اللہ کی نگرانی میں اور پسند کے مطابق ہوتی ہے۔ حتّٰی کہ ان کو حرام و ناپسندیدہ غذاؤں سے بھی محفوظ رکھا جاتا ہے اور اُن کی ماؤں سے اللہ رابطہ رکھتا ہے۔ اُن کی راحت اور چین کا انتظام کرتا ہے تاکہ اُن کے رنج والم وفکر کا بچہ کی صحت پر برا اثر نہ پڑے۔ اور اُن عجیب وغریب انتظامات کا ذکر نہیں کرتا جن کو جُھلا یا سیاسئین جھٹلا سکیں یا جو فرائض نبوت کی ادائیگی میں رکاوٹ بن سکیں۔ لیکن اہلِ عقل کے لئے جو کچھ بیان کردیا جاتا ہے وہ کافی ہوجاتا ہے۔ یہیں سوچیے کہ ایک واٹر پروف تابوت بنانا تو اُس زمانہ کے کارپینٹروں کی اعلیٰ ہنرمندی چاہتا ہے۔ ایک خانہ نشین عورت جو تابوت بنائے گی اُس کی جھریوں میں سے پانی جا کر منٹوں میں تابوت کو غرق کردیتا۔ مگر اللہ کی مرضی

کے خلاف نہ پانی نے جانا تھا نہ ہوا نے کوئی عمل کرنا تھا۔یعنی کائنات کی ہر شے نے نبیوںؑ سے تعاون کرنا ہے۔اُن کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننا ہے۔یہاں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ علیہا السلام زندہ ہیں۔جہاں والدہ زندہ نہ ہو یا دُور و مجبور ہو وہاں اللہ نے دودھ پلانے اور بچہ کو زندہ رکھنے کے دوسرے انتظامات کیئے ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے انگوٹھے کو چوستے تھے تو دودھ کی دھاریں نکلتی تھیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق منکرین نے بھی مانا ہے کہ ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کی دھاریں نکلیں اور پوری فوج نے پانی پیا، وضو کی اور پانی کا اسٹاک جمع کیا اور قافلوں نے پانی بھرا۔ظاہر ہے کہ یہ بھی اللہ کا انتظام اور قدرت تھی اور جسے اللہ نے تمام عالمین کے لئے رحمت بنایا ہو اس سے اللہ کی قدرتیں اور رضامندیاں کیسے دُور رہ سکتی ہیں۔اُن کیلئے مسلمانوں نے یہ مشہور کیا اور تاریخوں میں لکھا ہے کہ (معاذ اللہ) ایک کافرہ عورت کا دودھ پیتے رہے اور حرام غذائیں کھاتے رہے (لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ)۔ان ہی مسلمانوں سے محفوظ رکھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادی تخلیق کا ذرہ برابر بھی قرآن میں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ورنہ یہ لوگ قرآن سے مدد لے کر جھوٹی کہانیاں گھڑ لیتے۔لہٰذا اللہ نے اس قسم کے دشمن مسلمانوں کو محروم کرنے کا باقاعدہ انتظام کیا ہے کہ وہ قرآن کے نام پر اور قرآن کی سند سے کوئی بات نہ کہہ سکیں اور جو کچھ کہیں اُس کی سند اُن کے پاس نہ ہو اور اُن کی غلط کہانیوں کو اطمینان سے جھوٹا قرار دیا جاتا رہے اور وہ کوئی ثبوت نہ لاسکیں۔

4۔ حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کی خوشخبری؛ ایسے بیٹے کی جس کی ذات میں علم داخل ہوگا

قَالُوْا لَاتَخَفْ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍO فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌO قَالُوْا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ O(51/28-30)

۔’’اُن فرشتوں نے کہا کہ ڈر نہیں اور ابراہیمؑ کو ایک ایسے بیٹے کی خوشخبری سنائی جس کی ذات میں علم (علیم) داخل ہوگا۔ابراہیمؑ کی زوجہ چیختی ہوئی آگے آئی اور اپنا منہ پیٹ کر کہا کہ میں تو بوڑھی بھی ہوں اور بانجھ بھی ہوں مجھ سے بیٹا کیسے پیدا ہوسکتا ہے فرشتوں نے کہا کہ تمہارے رب نے وہی کچھ کہا ہے وہ تو خود حکمتوں کا خالق اور علیم ہے۔‘‘

ابراہیمؑ کو بیٹے کی خوشخبری کی دوسری صورت؟

قَالُوْا لَاتَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ Oوَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ O قَالَتْ یٰوَیْلَتٰیٓ ءَاَلِدُ وَاَنَاعَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًااِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ Oقَالُوْااَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِاللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ O (11/70-73)

۔’’فرشتوں نے کہا کہ ڈرو نہیں ہم تو لوطؑ کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ابراہیمؑ کی زوجہ پاس ہی کھڑی تھیں وہ ہنسنے لگیں تو ہم نے انہیں اسحاؑق کی پیدائش کی خوشخبری دی اور اسحاقؑ کے بعد یعقوبؑ کی بھی خوشخبری سنائی تو اُنہوں نے کہا کہ ہائے میرا بڑھاپا کیا مجھ سے ایسے حال میں بچہ پیدا ہوگا جب کہ میں بڑھیا ہوچکی ہوں اور میرا یہ شوہر بھی ضعیف العمر ہے؟ یقیناً یہ تو بڑا عجیب حادثہ ہوگا۔ملائکہ نے کہا کہ تم اہلبیت ہوکر اللہ کے فیصلے پر تعجب کرتی ہو تمہارے لئے تو اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں یقیناً اللہ تو نہایت قابل حمد وثنا اور بڑی شان والا ہے۔‘‘

نبیوںؑ کی جسمانی پیدائش پر یہی بیانات قرآن میں ریکارڈ ہوئے

یہی چند مقامات ہیں جو نبیوںؑ کی جسمانی پیدائش پر اللہ نے قرآن کریم میں دیئے ہیں اور یہی بیانات باقی انبیاءؑ کی پیدائش کو سمجھنے کی کنجی بن سکتے ہیں۔ اور ان ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی پیدائش کو سمجھا جاسکتا ہے

بشرطیکہ حضورؐ کی قرآنی پوزیشن کو سامنے رکھا جائے اور اُس پوزیشن کو مجروح نہ ہونے دیا جائے۔یعنی قرآن کریم سے جو مقامِ محمدیؐ ثابت ہو چکا ہو اُس میں نقص وعیب کی نفی کی جائے۔آپؐ نہ صرف نوری مخلوق تھے بلکہ اوّلین مخلوق بھی تھے۔اور نہ صرف اوّلین مخلوق تھے بلکہ ایسی اوّلین مخلوق تھے کہ کائنات اور کائنات کی تمام موجودات کی تخلیق کا باعث بھی تھے اور نہ صرف باعثِ تخلیق کائنات تھے بلکہ آپؐ کی تخلیق نے اللہ کے تعارف کا نظری و عملی ذریعہ بننا تھا۔یعنی آپؐ کو دیکھنا درحقیقت اللہ کو دیکھنا ہو سکے۔یعنی آپؐ کا وجود اللہ کے وجود پر دلیل بن جائے۔یعنی آپؐ کا جسم ایسا ہونا لازم تھا جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ اللہ کا کوئی اور کسی قسم کا جسم و بدن نہ ہونا چاہیے تاکہ اللہ کو ہر وقت اور ہر جگہ موجود و محیط سمجھا جا سکے۔یعنی حضورؐ ایک عجیب وغریب قسم کا جسم رکھتے ہوں جو چشمِ ظاہر پر ظاہر ہو سکے۔جسے چھوا بھی جا سکے۔گود میں لیا جا سکے اس کے باوجود کائنات کا ذرّہ ذرّہ آپؐ کے سامنے موجود رہ سکے۔ایسی جسمانی ساخت کے لئے حضورؐ کو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر تمام انبیاء علیہم السلام کے اندر سے گزارا گیا اور اپنے والدؐ تک تمام عجوبہ رُوزگار اور ترقی پذیر رہتے چلے آنے والے اصلابؑ وارحامؑ میں سے رفتہ رفتہ قدم بقدم بتدریج وہ تمام جسمانی عجائبات سونپے گئے جو کسی ایک جگہ جمع ہو جائیں تو محمدؐ کا جسمانی وجود بن جائیں اور اُس جسم میں وہ تمام صفات جمع ہو جائیں جو حضورؐ کے بیرونی وجود سے ہم رنگ وہم آہنگ رہیں اور کوئی فرق نہ رہے اور آپؐ کا بیرونی وجود خالص نوری وجود تھا جو قرآن (3/81) کی رُو سے تمام انبیاءؑ کی نگرانی اور تصدیق کرتا ہوا بڑھتا چلا آیا تھا۔اُس وجود میں اور جسمانی تخلیق میں کوئی فرق نہ رہنا تھا تاکہ محمدؐ کا آنا، مبعوث ہونا اور نازل کیا جانا اور ارسال ہونا صادق آ سکے۔

آنحضرتؐ کا اپنے بیرونی وجود میں تمام انبیاءؑ و رسلؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات کرنا،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:۔

۔"اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کا رسولؐ وہ رونق ہے جس سے خدا کی پیدا کی ہوئی قریب قریب تمام چیزوں کو خوشی نصیب ہوگی۔ کیونکہ وہ فہم اور نصیحت، حکمت وطاقت، خشیت اور محبت، حزم اور ورع کی روح سے آراستہ ہے۔ وہ فیاضی اور رحمت، عدل اور تقویٰ، شرافت اور صبر کی روح سے مزیّن ہے جو اسؐ نے خدا سے اُن تمام چیزوں کی بہ نسبت تین گنا پائی ہیں جنہیں خدا نے اپنی مخلوق میں سے یہ رُوح بخشی ہے۔ کیسا مبارک وقت ہوگا جب وہ دنیا میں آئے گا۔ یقین جانو میں نے اس کو دیکھا ہے اور اس کی تعظیم کی ہے۔ جس طرح ہر نبیؑ نے اس کو دیکھا ہے اس کی روح کو دیکھنے ہی سے خدا نے اُن کو نبوت دی تھی اور جب میں نے اُسؐ کو دیکھا تو میری روح سکینت سے بھر گئی یہ کہتے ہوئے کہ اَے محمدؐ، خدا تمہارے ساتھ ہو اور وہ مجھے تمہاری جوتی کے تسمے باندھنے کے قابل بنا دے، کیونکہ یہ مرتبہ بھی پالوں تو میں ایک بڑا نبیؑ اور خدا کی ایک مقدس ہستی ہو جاؤں گا۔" (باب 44) (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 472)

یہ ہے حضورؐ کی مندرجہ بالا بیرونی پوزیشن جس میں ہر نبیؑ کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک آئے اور جسمانی وجود کے ساتھ آئے، مبعوث ہوئے، ارسال کئے گئے اور نازل ہوئے اور کوئی فرق نہ ہوا **اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں، قدرتوں اور کمالات کی انتہا تھی اور اُس کے تعارف پر ایک جسمانی حجاب تھا جس نے اللہ کو چھپا رکھا تھا۔** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیانات میں سے چند جملے اور سن لیں:

۔''اس وقت اللہ دنیا پر رحم فرمائے گا اور اپنے رسولؐ کو بھیجے گا۔ جس کے سر پر سفید بادل کا سایہ ہوگا۔ جس سے وہ خدا کا برگزیدہ جانا جائے گا اور اُس کے ذریعہ سے خدا کی معرفت دُنیا کو حاصل ہوگی ۔جس کے لئے خدا نے یہ ساری دنیا بنائی ہے۔ خدا نے کہا کہ اَے محمدؐ انتظار کر کیونکہ تیری ہی خاطر میں جنت، دنیا اور بہت سی مخلوق کو پیدا کروں گا اور اس کو تجھے تحفہ کے طور پر دوں گا۔'' (باب 72، باب 83، باب 97) تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 473۔472)

اِن جملوں سے بھی آنحضرتؐ کے مذکورہ بالا انتہائی مقام ومقصدِ تخلیق کی تصدیق ہوتی ہے۔ اب ہم اپنی تفسیر ''احسن التعبیر'' کا اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی جسمانی اور نورانی تخلیق واضح ہوگی اور کائنات میں نبوت وامامتِ محمدؐیہ کی غرض وغایت پر روشنی پڑے گی چنانچہ حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

4۔ آیات (53/5-18) میں جبرائیلؑ کا ذکر لوگوں نے خود شامل کیا ہے ورنہ یہاں تو اللہ اور محمدؐ کا تعلق مذکور ہوا ہے

اِن چودہ آیات کے متعلق علامہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی مرحوم نے مفسرین کے مختلف اقوال جمع کر دیئے ہیں ۔ہم اُن کے مترجمہ قرآن کے حاشیہ میں سے وہ فیصلے لکھے دیتے ہیں جو صحیح ہیں اُن کی اپنی تحریر یوں ہے:۔

1۔ ''حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ذُوۡ مِرَّۃٍ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ اُس نے اپنی ذات کو اس وصف کے ساتھ ذکر فرمایا معنی یہ ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بے واسطہ تعلیم فرمائی۔ (تفسیر روح البیان) صفحہ 761-760 علامہ کا حاشیہ نمبر 7۔

2۔ ''امام فخر الدین رازیؒ نے سیدؐ عالم کا مکانِ عالی اور منزلتِ رفیعہ استوٰی فرمانا مرادلیا ہے۔'' (تفسیر کبیر) تفسیر روح البیان میں ہے کہ سیدؐ عالم نے اُفقِ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر استویٰ فرمایا اور حضرت جبرائیلؑ سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے آگے نہ بڑھ سکے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر میں ذرا سا بھی آگے بڑھوں تو تجلیاتِ جلال مجھے جلا ڈالیں اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور مُستوائے عرش سے بھی گزر گئے۔'' (حاشیہ نمبر 8)

3۔ ''ظاہر یہ ہے کہ یہ حال سید عالم محمد مصطفیٰ کا ہے کہ آپؐ افقِ اعلیٰ یعنی فوقِ سماوات تھے۔ جس طرح کہنے والا کہتا ہے کہ میں نے چھت پر چاند دیکھا یا پہاڑ پر چاند دیکھا۔ اِس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ چاند چھت پر یا پہاڑ پر تھا۔ بلکہ یہ معنی ہوتے ہیں کہ دیکھنے والا چھت یا پہاڑ پر تھا اسی طرح یہاں یہ معنی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فوق سماوات پر پہنچے تو تجلی ربانی آپؐ کی طرف متوجہ ہوئی۔'' (صفحہ 761 حاشیہ 9)

4۔ دَنَا فَتَدَلّٰی کے معنی یہ ہیں کہ سیدؐ عالم حضرت حق کے قرب سے مشرف ہوئے۔'' (صفحہ 761 حاشیہ نمبر 10)

5۔ دَنَا فَتَدَلّٰی نزدیک ہونے سے حضورؐ کا عروج ووصول مراد ہے اور اتر آنے سے نزول ورجوع۔ تو حاصل معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے قرب میں باریاب ہوئے پھر وصال کی نعمتوں سے فیض یاب ہو کر خلق کی طرف متوجہ ہوئے۔'' (حاشیہ نمبر 11)

6۔ ''قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ یہ اشارہ ہے تاکید قرب کی طرف کہ قرب اپنے کمال تک پہنچا اور باادب اَحِبّا میں جو نزدیکی متصور ہو سکتی ہے وہ اپنی غایت کو پہنچی۔'' (حاشیہ نمبر 12)

7۔ ۔''اَوْحٰی مَا اَوْحٰی ۔اکثر علماء مفسرین کے نزدیک اسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندۂ خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی فرمائی (جمل) حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔ یہ وحی بے واسطہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبؐ کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا اور یہ خدا و رسولؐ کے درمیان کے اسرار ہیں۔ جن پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔ بقلی نے کہا کہ اللہ تعالی نے اس راز کو تمام خلق سے مخفی رکھا اور نہ بیان فرمایا کہ اپنے حبیبؐ کو کیا وحی فرمائی اور محبّ اور محبوب کے درمیان ایسے راز ہوتے ہیں جن کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا (روح البیان) علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس شب میں جو آپؐ کو وحی فرمائی گئی وہ کئی قسم کے علوم تھے۔ ایک تو علم شرائع و احکام جن کی سب کو تبلیغ کی جاتی ہے۔ دوسرے معارف الٰہیہ جو خواص کو بتائے جاتے ہیں۔ تیسرے حقائق و نتائج علوم ذوقیہ جو صرف اخص الخواص کو تلقین کئے جاتے ہیں اور ایک قسم وہ اسرار جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ خاص ہیں کوئی ان کا تحمل نہیں کرسکتا۔''

(روح البیان) (حاشیہ نمبر 13 صفحہ نمبر 762-761)

8۔ ''مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۔یعنی سیدؐ عالم کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی جو چشم مبارک نے دیکھا۔ معنی یہ ہیں کہ آنکھ سے دیکھا دل سے پہچانا اور اس رویت و معرفت میں شک و تردد نے راہ نہ پائی'' (حاشیہ نمبر 14 صفحہ 762)

(4/الف) <u>علامہ احمد رضا کی ایک دلچسپ بحث اور یہ کہ اثباتِ حق وحقائق کا زبردست طریقہ، جبرئیلؑ بہر حال الگ رہے</u>

سورہ النجم، آیات 11 تا 18 کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

9۔ ۔''اب یہ بات کہ کیا دیکھا؟ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل

کو دیکھا۔ لیکن مذہب صحیح یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ اور یہ دیکھنا کس طرح تھا؟ چشم سَر سے یا چشم دل سے؟ اِس میں مفسرین کے دونوں قول پائے جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ سیدؐ عالم نے رب العزت کو اپنے قلب مبارک سے دو بار دیکھا (رواہ مسلم) ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آپؐ نے رب العزت کو حقیقتاً چشم مبارک سے دیکھا۔ یہ قول حضرت انس بن مالک اور حسن اور عکرمہ کا ہے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیمؑ کو خُلّت اور حضرت موسیٰؑ کو کلام اور سیدؐ عالم کو دیدار سے امتیاز بخشا (صلوٰۃ اللہ علیہم) کعب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو بار کلام فرمایا اور حضرت محمد مصطفیٰؐ نے دو بار اللہ تعالیٰ کو دیکھا (ترمذی)۔ لیکن حضرت عائشہ نے دیدار کا انکار کیا ہے اور آیت کو جبرائیل کے دیدار پر محمول کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جو کوئی کہے کہ محمدؐ نے اپنے رب کو دیکھا اُس نے جھوٹ کہا اور سند میں لَاتدرکہ الابصار تلاوت فرمائی۔ یہاں چند باتیں قابل لحاظ ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت عائشہ کا قول نفی میں ہے اور حضرت ابن عباس کا اثبات میں۔ اور مثبت ہی مقدم ہوتا ہے کیونکہ نافی کسی چیز کی نفی اس لئے کرتا ہے کہ اُس نے سنا نہیں اور مثبت اثبات اس لئے کرتا ہے کہ اُس نے سنا اور جانا ہے تو علم مثبت کے پاس ہوتا ہے۔ علاوہ بریں حضرت عائشہ نے یہ کلام حضورؐ سے نقل نہیں کیا۔ بلکہ آیت سے اپنے استنباط پر اعتماد کیا ہے لہٰذا یہ حضرت عائشہ کی ذاتی رائے ہے اور آیت میں ادراک یعنی احاطہ کی نفی ہے نہ کہ رُویت کی۔ مسئلہ صحیح یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیدار الٰہی سے مشرف فرمائے گئے مسلم شریف کی حدیث مرفوع سے بھی یہی ثابت ہے۔

حضرت ابن عباس بحر الامۃ ہیں وہ بھی اسی پر ہیں۔ مسلم کی حدیث رَاَیتُ

رَبِّی بِعَینِی وَبِقَلبِی۔ میں نے اپنے رب کو اپنی آنکھ اور اپنے دل سے دیکھا۔ حضرت حسن بصری قسم کھاتے ہیں کہ محمدؐ نے شب معراج اپنے رب کو دیکھا۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں حدیث ابن عباس کا قائل ہوں حضورؐ نے اپنے رب کو دیکھا اُس کو دیکھا۔ اُس کو دیکھا۔ امام صاحب فرماتے ہی رہے یہاں تک کہ سانس ختم ہو گیا۔ (ایضاً حاشیہ نمبر 14)

10۔ ''لَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی۔ کی ذیل میں لکھا ہے کہ تخفیف نماز کے لئے چند بار عروج ونزول ہوا۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ سیدؐ عالم نے اپنے رب عزّ وجلّ کو اپنے قلب مبارکہ سے دومرتبہ دیکھا اور اُن ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ حضورؐ نے رب العزت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔'' (حاشیہ نمبر 16)

11۔ ''مَازَاغَ الْبَصَرُ''۔ کے متعلق لکھا ہے کہ۔ ''اس میں سیدؐ عالم کے کمال قوت کا اظہار ہے کہ اس مقام میں جہاں عقلیں حیرت زدہ ہیں آپؐ ثابت رہے۔ اور جس نور کا دیدار مقصود تھا اس سے بہرہ اندوز ہوئے۔ دہنے بائیں کسی طرف ملتفت نہ ہوئے۔'' (حاشیہ نمبر 19)

12۔ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی کیلئے لکھا ہے کہ۔ ''یعنی حضورؐ نے شب معراج عجائب مُلک وملکوت کا ملاحظہ فرمایا اور آپؐ کا علم تمام معلوماتِ غیبیہ ملکوتیہ پر محیط ہو گیا۔'' (روح البیان) (حاشیہ نمبر 20 صفحہ 763)

5۔ معراج ایک سوبیس مرتبہ ہوئی ہے اور ہر دفعہ ولایتِ علویہؑ کی تاکید کی گئی تھی

قارئین کرام مندرجہ بالا احادیث کو دیکھ چکے ہیں۔ اب اگر آپ علامہ مودودی کے بیانات اور اُنکی اختیار کردہ احادیث کو دیکھیں گے تو آپ کو اہلسنت والجماعت میں دو کھلے کھلے اور واضح مکاتیب فکر ونظر ملیں گے جو ایک دوسرے کے

مخالف ہیں ۔علامہ مودودی کے مکتب فکر میں رسولؐ اللہ کو قطعاً ایک عام آدمی کی مانند سمجھتے اور لکھتے ہیں اور اسکی بہت سی مثالیں آپکے سامنے سے گذر چکی ہیں ۔لیکن علامہ محمد احمد رضا خان مرحوم جو بریلوی مکتب فکر کے نام سے اہل سنت والجماعت میں اصلاح کے ذمہ دار ہیں ۔وہ آنحضرتؐ کیلئے اِسی سورہ نجم کی ذیل میں یہ بیان دیتے ہیں:۔

۔''صَاحِبُکُمْ سے مُرادسید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔معنی یہ ہیں کہ حضورؐ انور نے کبھی طریقِ حق و ہدایت سے عدول (روگردانی) نہ کیا۔ہمیشہ اپنے رب کی توحید وعبادت میں رہے۔آپؐ کے دامن عصمت پر کبھی کسی امر مکروہ کی گرد نہ آئی۔ اور بے راہ نہ چلنے سے یہ مراد ہے کہ حضورؐ ہمیشہ رُشد و ہدایت کی اعلیٰ منزل پر متمکّن رہے ۔اعتقاد فاسد کا شائبہ بھی کبھی آپؐ کے حاشیہ بساط تک نہ پہنچ سکا یہ (53/4) جملہ اُولیٰ کی دلیل ہے کہ حضورؐ کا بہکنا اور بے راہ چلنا ممکن ومتصور ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ آپؐ اپنی خواہش سے کوئی بات فرماتے ہی نہیں۔جو فرماتے ہیں وحی الٰہی ہوتی ہے۔'' (مترجمہ قرآن صفحہ 760 حاشیہ نمبر 3,4)

مودودی کی تشریح میں آپ نے دیکھا تھا کہ رسولؐ اللہ نے اکثر ایسے فیصلے کئے جو (معاذ اللہ) اللہ کی مرضی اور معیار کے خلاف تھے۔ بہرحال اسکے باوجود بھی علامہ محمد احمد رضا صاحب خلفائے ثلاثہ کے ماننے والے ہیں۔البتہ اہل بیتؑ کے دشمن نہیں ہیں۔اِسی لئے ہم محمد احمد رضا مرحوم کا احترام کرتے ہیں۔گو وہ بھی معراج کو ہماری طرح نہیں مانتے ۔یہ اُنکی خطا نہیں اُنکے بزرگوں کے تیار کردہ ریکارڈ کی خطا ہے۔ وہاں تو کوشش کر کے حقائق کو چھپایا گیا ہے اور جو چھپ نہ سکا اُسے توڑ اور مروڑ کر گھٹا کر لکھا گیا ہے اور علامہ مجبور ہیں کہ اُن ہی میں سے اچھی باتیں اختیار کرلیں۔ ہمارے ریکارڈ میں معراج ایک سوبیس مرتبہ ہوئی ہے۔ ہمارے یہاں کی حدیث ملاحظہ ہو:۔

عن ابی عبداللّٰہ قال عرج بالنبیؐ الی السماء مائة وعشرین مرّة ومامن مرّة اِلَّا وَقَدْاَوْصَی اللّٰہ عزَّوجلَّ فِیھا النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ بالولایة لِعَلِیّ والائمّہ علیھم السلام (عوالم العلوم)

۔''جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سوبیس مرتبہ معراج کیلئے آسمانوں پر گئے اور ہر دفعہ اللہ نے حضورؐ کو ولایت علیؑ اور آئمہ علیہم السلام کی تاکید فرمائی۔''

(5/الف) معراج کو لے جانے کیلئے صرف جبرئیلؑ ہی نہیں، بلکہ اسرافیلؑ ومیکائیلؑ بھی خادموں کی طرح آئے تھے

ہمارے ریکارڈ میں تینوں عظیم المرتبت فرشتے حضورؐ کی خدمت کیلئے ارسال کئے گئے تھے۔(عربی عبارت ہماری تفسیر میں دیکھیں)۔

۔''امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کے پاس جبرئیل ومیکائیل واسرافیل آئے ایک براق کی لگام پکڑے ہوئے تھا دوسرا رکاب تھامے ہوئے تھا تیسرا براق کے لباس کو درست رکھنے کا ذمہ دار تھا۔ چنانچہ جب براق نے بدکنا اور گھبرانا شروع کیا تو جبرئیل نے ایک طمانچہ مار کر کہا کہ سنو تم چین سے رہو۔ نہ تو تجھ پر کوئی ایسا نبیؐ سوار ہوا ہے اور نہ آئندہ سوار ہوگا جیسا نبیؐ آج تم پر سواری کریگا۔ اس پر براق نرم ہوگیا اور حضورؐ کو لے کر بلند ہوتا چلا گیا۔ اور جبرئیل حضور کو زمین اور آسمانوں کے عجائبات ومعجزات دکھاتے ہوئے جا رہے تھے۔''(تفسیر قمی)

(5/ب) معراج میں اللہ نے اپنے رسولؐ سے علی مرتضیٰؑ کے لب ولہجہ میں بات کی تھی

خلیفہ دوم کے بیٹے عبداللہ نے روایت کی ہے مناقب خوارزمی سے کتاب ارشادالقلوب میں نقل کیا گیا ہے کہ:۔

۔''عبداللہ بن عمر بن خطاب نے سنایا کہ رسولؐ اللہ سے سوال کیا گیا تھا کہ آپؐ کے ساتھ اللہ نے کس زبان میں بات کی تھی؟ فرمایا کہ علیؑ بن ابی طالبؑ کی زبان میں باتیں کی تھیں۔ مجھے سوال کے لئے الہام کیا گیا تو میں نے اللہ سے پوچھا کہ اَے پروردگار مجھ سے آپ خود بنفس نفیس باتیں کررہے ہیں یا یہ علیؑ بولتا رہا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ اَے محمدؐ میں ایسی ہستی ہوں کہ جسے نہ تو انسانوں کی طرح سمجھا جاسکتا ہے اور نہ میرے صفات وحالات کو باقی کائناتی موجودات کی مانند قرار دیا جاسکتا ہے میں نے اپنی مصلحت وضرورت کے مطابق تمہیں اپنے نور سے پیدا کیا تھا اور علیؑ بن ابی طالب کو تمہارے نور سے پیدا کیا تھا تاکہ رابطہ قائم رہے۔ چنانچہ مجھے تمہارے قلبی راز پر بھی اطلاع ہے اور معلوم ہے کہ تم اس وقت گھبرائے ہوئے ہو اور یہ کہ تمہارے دل میں علیؑ سے زیادہ کسی کی محبت موجود نہیں ہے۔لہٰذا میں نے بہتر سمجھا کہ تمہیں جلال و جمال الٰہیہ سے بے خوف کرنے اور مطمئن رکھنے کیلئے تم سے علیؑ کی زبان اور لب ولہجہ میں باتیں کروں تاکہ تم یکسوئی سے ملاقات کرسکو۔''

(5/ج) آیت (53/18) میں آنحضرؐت کو اپنا اور ساتھ ہی اپنے اہلؑ بیت کا عملی مقام اور اثر ونفوذ کی وسعت دکھائی گئی

معراج کی تفصیل پر ہمارے یہاں اس قدر طویل الذیل احادیث ہیں کہ کسی ایک حدیث کو پوری لکھنا پھر اس کا ترجمہ ومفہوم بیان کرنا بہت وقت چاہتا ہے۔

اِس لئے ہم نے سورہ نجم کی آیات (53/5-18) کی حدود میں رہتے ہوئے ضروری ضروری پہلوؤں کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ قارئین معراج کی باقی تفصیلات متعلقہ کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔لہٰذا گہرائی میں نہ جانا طے کرلیا تھا۔ یہاں چند جملوں میں یہ کہہ کر بات ختم کرنا چاہتے ہیں کہ:۔

۔ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اگر احادیث وروایات نہ بھی ہوتیں تو بھی قرآن کے بیانات ہی سے ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ حضورؐ ہر لمحہ معراج وعروج میں رہتے رہے ہیں۔ وہ کبھی زوال پذیر ہوئے ہی نہیں۔ یہ کائنات اور یہاں کی تمام مخلوقات (موجود ونا موجود اور آئندہ آنے والی) سے آپؐ کما حقہ واقف تھے۔کوئی بھی شے ایسی نہ تھی جس کی تخلیق وہدایت حضورؐ کے سامنے نہ ہوئی ہو۔ادھر آنحضرتؐ خزانۂ علومِ خداوندی ہیں اور خدا کی قدرتوں اور صفات کے نمائندہ ہیں۔ وہ خود لسان اللہ، عین اللہ اور وجہ اللہ ہیں۔لہٰذا وہ تمام اغراض ومقاصد جو معراج کی ذیل میں احادیث وروایات میں بیان ہوئے ہیں وہ یا تو عوام الناس کے اطمینان کے لئے ہیں یا سیاسی لیڈروں کے داؤ پیچ سے بچنے کے لئے ہیں۔ ورنہ جسے اللہ نے مجسمۂ نورؐ بنایا تھا اُسے تعلیم کے لئے معراج میں بلانے کی ضرورت نہ تھی۔ بہرحال ہمارے الفاظ میں سیدھی عام فہم اور ضرورت کے مطابق بات یہ تھی کہ محمدؐ نے جسمانی یا مادی صورت اختیار کرنے کے بعد اپنی سابقہ حالتوں اور وسعتوں کو مادی آنکھوں سے اور مادی قلب وذہن سے نہ دیکھا تھا۔اللہ نے چاہا کہ محمدؐ اپنے مادی ومشہود جسم کے ساتھ اُن تمام آسمانوں، زمینوں، فضاؤں، ہواؤں کو دیکھیں اور تمام مخلوقات وملائکہ سے ملاقات کریں جن پر آج آنحضرتؐ اللہ کے جانشین بن کر حکومت کررہے ہیں تا کہ اِس جسم کے ساتھ تمام مخلوقات اپنے مشہور ومشہود شہنشاہ کی زیارت کریں اور خود

آنخضرتؐ اللہ کا یہ کمال ملاحظہ کریں کہ کس طرح اُس نے ایک ہمہ گیر نور کو ہمہ گیر رکھتے ہوئے بدن کی چار دیواری میں محدود ومحصور کر دیا ہے۔ مختصراً یہ کہ محمدؐ خود محمدؐ کو اور اجزائے محمدؐ یہ کو اور اپنی رعایا کو دیکھنے کے لئے بلائے گئے تھے۔ یعنی محمدؐ خدا سے تعارف کرانے کا ذریعہ تھے تو یہ جسم خود محمدؐ کا تعارف کرانے والا تھا۔ چنانچہ یہی بات معصوم الفاظ میں یوں بیان فرمائی گئی ہے کہ:۔

۔’’جناب ابوحمزہ (رضؓ) نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت (78/1) کے لئے عرض کیا کہ میں قربان جاؤں شیعہ چاہتے ہیں کہ آپؑ انہیں یہ بتائیں کہ وہ عظیم الشان خبر کیا تھی جس پر عہد رسولؐ میں سوال کئے جا رہے تھے؟ امامؑ نے فرمایا کہ یہ میری ذمہ داری ہے خواہ میں شیعوں کو بتاؤں یا نہ بتاؤں بہرحال تجھے بتائے دیتا ہوں کہ اس آیت (78/1) کے سلسلے میں حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ:۔

<u>۔’’اللہ کے یہاں نہ تو مجھ سے بڑی اور عظیم الشان کوئی خبر ہے نہ مجھ سے بڑی کوئی آیت ہے۔‘‘</u>

معلوم ہوا کہ آیت (53/18) کی رُو سے آنخضرتؐ نے معراج میں جو کچھ دیکھا اُس میں وہ خود اور علیؑ تمام آیات ومعجزات سے بڑی آیات ومعجزات تھے۔ اسی بنا پر اللہ نے باتیں بھی علیؑ کی زبان میں کیں۔

6۔ آیات (53/19-37) میں قریش کے نظام اجتہاد اور عہد رسولؐ ہی میں اُن کی عبوری وقومی حکومت کا تذکرہ ہوا ہے

آیت (53/10) میں جن حقائق پر وحی کرنے کو صیغہ راز میں رکھنا مذکور ہوا ہے ان کی تفصیلات سمجھنے کا سامان بھی آنے والی انیس (19) آیات میں عطا

فرمادیا ہے۔یعنی سورہ نجم کی پہلی اٹھارہ (18) آیات میں محمد و علی علیہم السلام کی معراج بیان ہوئی ہے۔ پھر اٹھارہ (18) آیات میں مذکورہ بالا رموز واسرار کی کنجیاں سپرد کی گئی ہیں۔تاکہ جو مومنین محمدؐ وآل محمدؐ سے قرآن کی تعلیم حاصل کریں وہ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآاَوْحٰی کے سر بند راز کو کھول سکیں۔ یہاں ہمیں قارئین کی مدد کے لئے پھر چند گذشتہ بحثوں میں آتے رہنے والے الفاظ کو سامنے لانا ہوگا اور اُس سے بھی پہلے علامہ مودودی کے ایک ایسے مسلّمہ اصول کو دکھانا ہوگا جو خود آنے والے الفاظ کی کنجی یا بنیاد ہے۔علامہ نے کہا تھا کہ:۔

(6/الف) ۔''یہاں (اعراف 7/54) استوی علی العرش میں ایک بات اور قابل توجہ ہے ۔قرآن مجید میں خدا اور خلق کے تعلق کو واضح کرنے کے لئے انسانی زبان میں سے زیادہ تر وہ الفاظ ،مصطلحات ، استعارے اور انداز بیان انتخاب کیئے گئے ہیں جو سلطنت اور بادشاہی سے تعلق رکھتے ہیں۔''

(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 37-36)

علامہ کے اس اصول کے ماتحت قرآن میں جتنے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اُن کی اکثریت کو سلطنت ،سلطان ،بادشاہ اور رعایا کے مابین استعمال ہونے والا مان کر ترجمہ کرنا چاہیئے اور جتنی اصطلاحات یا استعارے قرآن میں آئے ہیں اُن کی کثرت کو بھی شاہانہ، آمرانہ اور حاکمانہ انداز میں اختیار کرنا لازم ہو جاتا ہے یہ بھی سمجھتے چلیں کہ:۔

(6/ب) علامہ نے یہ اصول جس مطلب کی وضاحت کے لئے قائم کیا تھا سورہ نجم پوری کی پوری اس کی عملی مثال ہے

علامہ نے قرآن کی زبان اور انداز بیان کو شاہانہ، حاکمانہ، آمرانہ کیوں قرار دیا ہے؟ وہ

لکھتے ہیں کہ:۔

۔''استوی علی العرش یعنی تخت حکومت پر جلوہ فرما ہونے کی تفصیلی کیفیت کو سمجھنا ہمارے لئے مشکل ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے بعد کسی مقام کو اپنی اس لامحدود سلطنت کا مرکز قرار دیکر اپنی تجلیات کو وہاں مرتکز فرما دیا ہو اور اسی کا نام عرش ہو۔ جہاں سے سارے عالم پر وجود وقدرت کا فیضان ہو رہا ہے۔ اور تدبیر امر بھی فرمائی جارہی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ عرش سے مراد اقتدار فرمانروائی ہو اور اس پر جلوہ فرمانے سے مراد یہ ہو کہ اللہ نے کائنات کو پیدا کر کے اس کی زمام سلطنت اپنے ہاتھ (ید) میں لے لی ہو۔''

(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 36)

اس وضاحت کے فوراً بعد علامہ مودودی نے یہ بتایا تھا کہ قرآن کے اکثر الفاظ، مصطلحات، استعارے اور انداز بیان، شاہانہ زبان میں سمجھنا چاہئیں۔

پہلے تو قارئین یہی سمجھ لیں کہ معراج میں یہی کچھ تو ہوا ہے کہ اللہ نے اپنے سب سے بڑے جانشین کو، خلیفہ کو، نائب کو، نمائندے کو، رسولؐ کو، رحمۃ للعالمین کو، نذیر للعالمین کو اُس مقام پر بلایا جہاں سے اس کے وجود قدرت کا فیضان ہوتا ہے۔ جہاں اُس کی تجلیات مرتکز ہیں اور جہاں سے اللہ تدبیر امور فرماتا ہے۔ جس جگہ اللہ کی پوری لامحدود کائنات کی زمام حکومت اس کے ہاتھ میں ہے اور اس طلبی کا اس صورت حال میں اوّلین مقصد یہی ہوسکتا ہے کہ حضورؐ کو اُن کی جسمانی حالت میں بھی اپنی اس لامحدود حکومت اور مملکت کا حدود اربع دکھائے جس پر اُس کے اس عظیم الشان خلیفہ اور نائب نے اللہ کی نیابت کرنا ہے۔ حضورؐ کو وہ ذمہ داریاں سمجھائے جن کو اُس جانشین نے اپنے کاندھوں پر اُٹھانا ہے۔ اُنہیں وہ تمام نعمتیں (جنت

وغیرہا) دکھائے جن کا اُس کے نمائندے نے لوگوں سے وعدہ کرنا ہے۔ اُنہیں وہ تمام سزائیں (جہنم وغیرہا) دکھائے جن سے بچنے اور خبردار رہنے کی اطلاع دینا ہے۔ انہیں اُن تمام ملائکہ اور ارواح سے جسمانی طور پر بھی ملاقات کرائے جن سے صرف نوری جسم سے ملاقات ہوتی رہی تھی اور جن سے آئندہ مختلف اوقات میں متعلقہ کام لئے جائیں گے اور اس لئے بھی کہ اللہ اپنی اُس لامحدود سلطنت اور مملکت کو مشہود طور پر مشہود حکمراں کے حوالے کر سکے۔

(6/د) معراج کا مقصد اپنی کائناتی حکومت پر محمدؐ اور آئمہ کو عملی جانشین بنانا ہے

اس سلسلے میں مودودی نے لکھا ہے کہ:۔

۔''اصل بات جو معراج کے سلسلے میں سمجھ لینا چاہئے وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اُنکے منصب کی مناسبت سے ملکوت السماوات والارض کا مشاہدہ کرایا ہے اور مادی حجابات بیچ میں سے ہٹا کر آنکھوں سے وہ حقیقتیں دکھائی ہیں جن پر ایمان بالغیب لانے کی دعوت دینے پر وہ مامور کئے گئے تھے۔ تاکہ اُنکا مقام ایک فلسفی کے مقام سے بالکل ممیّز ہو جائے۔ فلسفی جو کچھ بھی کہتا ہے قیاس و گمان سے کہتا ہے۔ وہ خود اگر اپنی حیثیت سے واقف ہو تو کبھی اپنی کسی رائے کی صداقت پر گواہی نہ دے گا۔ مگر انبیاءؑ جو کچھ کہتے ہیں وہ براہِ راست علم اور مشاہدے کی بنا پر کہتے ہیں۔ اور وہ خلق کے سامنے یہ شہادت دے سکتے ہیں کہ ہم اِن باتوں کو جانتے ہیں اور یہ ہماری آنکھوں دیکھی حقیقتیں ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 590)

(6/ہ) اگر رسولؐ اللہ نے تجلیاتِ خداوندی کو دیکھا اور ایک مقام خاص پر دیکھا تو اللہ کو دیکھنے پر کیا اعتراض ہے؟

کوئی علامہ اینڈ کمپنی سے دریافت کرتا کہ تمہیں یا کسی اور کو یہ پریشانی کیوں رہی ہے کہ:۔

1۔ ۔ ’’اللہ نے محمدؐ کو کسی ایک مقام پر کیوں بلایا جب کہ وہ ہر جگہ ہے۔‘‘

2۔ ۔ ’’اور یہ کہ محمدؐ نے اللہ کو نہیں بلکہ جبرائیل کو دیکھا تھا‘‘۔اور یہ کہ،

3۔ ۔ ’’اگر دیکھا تو ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھا تھا‘‘

کیا تم اس قدر گمراہ ہو کہ یہ بھی ماننے کو تیار نہیں کہ ’’محمدؐ نے اللہ کی وہ تجلیات دیکھی تھیں جن کو تم نے ابھی ابھی مرتکز کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔اور تجلیاتِ خداوندی کو ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا یعنی اُن ہی آنکھوں سے دیکھی تھیں جو پوری کائنات کی اور بقول تمہارے بھی زمام سلطنت سنبھالے ہوئے ہیں؟‘‘

اور کیا تم اپنے انہی احادیث کے ریکارڈ پر بھی ایمان نہیں رکھتے ؟ جس کی رُو سے رسولؐ اللہ کو وہ آنکھیں نہیں ملی تھیں جو عام انسانوں کو ملا کرتی ہیں کہ جن سے اللہ تو اللہ ہے اور کروڑوں چیزیں دکھائی نہیں دیتیں ۔ بلکہ حضورؐ کو وہ آنکھیں ملی تھیں جن سے آگے اور پیچھے اور اوپر اور نیچے ہر طرف ہر چیز دکھائی دیتی تھی؟ اور بقول تمہارے تمام نبیوںؑ کی آنکھوں سے حجابات ہٹا کر ملکوت السماوات والارض اُن کے سامنے روشن کر دیئے گئے تھے؟ اور رسولؐ اللہ کی آنکھیں تو خود اللہ کی آنکھیں (عین اللہ) ہیں۔کیا تم واقعی اس قدر دیوانے ہو گئے ہو کہ یہ بھی نہیں مانتے کہ اللہ کی آنکھوں سے بھی اللہ نظر نہیں آ سکتا ؟ اور کیا تم ایسے اللہ پر ایمان لائے ہو کہ جس اللہ نے خود کو بھی نہیں دیکھا یا جو خود کو بھی نہیں دیکھ سکتا ؟ کیا تم سب کچھ پڑھنے کے بعد بھی یہ نہیں مانتے کہ رسولؐ اللہ کو وہ آنکھیں ملی تھیں جو وہ کچھ دیکھ سکتی تھیں کہ جن کی ہوا بھی جبرئیل کو لگ جاتی تو اندھے ہو کر جل کر راکھ کا ڈھیر ہو جاتے۔

ارے حضرات جو ذاتِ پاک اللہ کے نور سے بنی ہوا گر وہ بھی اللہ کو نہیں

دیکھ سکتی تو سنو کہ ایسا اللہ ہرگز موجود نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تمہارے ابلیس کا خود ساختہ واہمہ ہے۔ جس کا عملی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(6/و) معراج کا حقیقی مقصد اور بنیادی غرض جان بوجھ کر نظر انداز کیا گیا تھا، تاکہ جہلا کو نائبِ خدا بنایا جا سکے

معراج کے اہم ترین مقصد کو عمداً نظر انداز کیا گیا ہے۔ ذرا سوچیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کی (39/30) رُو سے بھی اور مشاہدے اور تجربے کی رو سے بھی اور سابقہ سنۃ اللّٰہ کی رُو سے بھی تریسٹھ (63) سال کی عمر میں انتقال فرمانے والے ہیں اور اللہ نہ صرف اس بات کو جانتا تھا بلکہ اس نے تو اس انتقال کا اعلان بھی کر دیا تھا کہ:۔ (اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُم مَّیِّتُوْنَ o (39/30)

"تجھے بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔"

اس اعلان کے بعد، مشرکین عرب کو نہ سہی، اللہ کو اور ساری نوع انسان کو ضرورت تھی کہ محمدؐ کی طرح معراجِ کائنات اور علومِ خداوندی سے واقف ایک نائب و جانشین وخلیفۂ خداوندی قیامت تک موجود رہتا چلا جائے جو اُن تمام ذمہ داریوں کو پورا کرتا رہے جو معراج کے مقاصد میں داخل ہیں۔ اور اسی انتظام و تفاصیل کو اللہ نے اپنے رسولؐ کو فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی (53/10) میں بتایا تھا تاکہ قریشی لیڈر چوکنا ہو کر اپنے محاذ کی صورت نہ بدل سکیں۔ اور اسی کا پتہ لگانے کے لئے ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ کون سے خاص الفاظ ہیں جن کو سمجھ لینے کے بعد خود اسی سورہ نجم میں مَآ اَوْحٰی کا حال دیکھا جا سکتا ہے اور اس سر بستہ راز کو کھولا جا سکتا ہے۔"

(یہاں احسن التعبیر کا اقتباس ختم کرتے ہیں جن حضرات کو تفصیل دیکھنا ہو وہ مسلسل آگے پڑھیں)

وہ احادیث وروایات جو قریشی دستبرد سے محفوظ اور قرآن کے متعیّنہ مقام کو مجروح نہیں کرتی ہیں

یہاں سے ہم وہ احادیث وروایات لکھیں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی وظاہری پیدائش و پرورش کا حال بیان کرتی ہیں اور حضورؐ کے قرآنی مقام کو محفوظ رکھتی ہیں تاکہ قریش ساز قصے اور کہانیاں جھوٹی ثابت ہوجائیں۔

نورانی تخلیق سے لیکر حضرات ابوطالبؑ وعبدؑاللہ کے اصلاب تک جسمانی منتقلی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی جسمانی پیدائش پر کافی میں جو احادیث مذکور ہیں ان میں سے نویں حدیث میں بیان ہوا ہے کہ:۔

عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام :قال:اِنَّ اللّٰہَ کَانَ اِذْلا کَانَ، فَخَلَقَ الکان ولمکان، وخلق نورالأنوار، الذی نوّرت منہ الانوار واجری فیہ مِن نورہ الذی نوّرت منہ الانوار وھو النور الذی خلق منہ محمدًا وعَلِیًّا ، فلم یزالا نورین،اوّلِین، اِذلاشیءٍ کوّن قبلھِمَا، فلم یزالایجریان طاھرین مطھّرین فی الاصلاب الطاھرۃ حتّٰی افترقا فی اَطھر طاھرین فی عبداللّٰہ وابی طالب علیھماالسلام.

۔’’حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حقیقتاً اللہ موجود تھا اور کچھ بھی موجود نہ تھا۔ چنانچہ اللہ نے کون ومکان کی گنجائشوں کو پیدا کیا اور نوروں کا ایک نور پیدا کیا جس سے باقی تمام نور پیدا ہوئے اور روشنی حاصل کی پھر اُن میں خود اپنے نور کو جاری کیا جس سے تمام انوار نورانی ہوگئے۔یہی وہ نور تھا جس سے محمدؐ اور علیؑ کو پیدا کیا گیا اور یہ اوّلین دونوں نور برابر برقرار رہتے چلے آئے۔

اِن سے پہلے اور کسی چیز کو پیدا نہ کیا تھا۔ چنانچہ یہی دو نور تھے جو تخلیق حضرت

آدم علیہ السلام کے دوران اُن کی پیشانی میں ودیعت کئے گئے تھے اور وہاں سے پاک و پاکیزہ اصلاب وارحام میں منتقل ہوتے ہوئے تمام باقی اصلاب وارحام سے پاکیزہ تر اصلابِ حضرت عبداللہؑ اور حضرت ابوطالبؑ کے اصلاب میں جدا ہوئے تھے۔"

(کافی۔کتاب الحجۃ، باب مولد النبیؐ)

ولادت کے وقت آنحضرتؐ کی والدہ جناب آمنہؑ نے ملک ایران وشام کے محلات کو سامنے دیکھا

حضرت علی علیہ السلام کی ولادت کے باب کی تیسری حدیث بتاتی ہے کہ:۔

سمعت اباعبداللہ علیه السلام يقول: لمّاولد رسوؐل الله صلی الله علیه وآله فتح لآمنةؑ بياض فارس وقصور الشام فجاءَ ت فاطمةؑ بنت اَسد امّ امير المؤمنين اِلٰی ابی طالبؑ ضاحكة مستبشرة۔فاعلمته ماقالت آمنةؑ۔فقال لهاابو طالبؑ: وتتعجبين من هذا؟اِنّکِ تحبلين وتلدين بوصيه ووزيره"(کافی)

۔"مفضل بن عمرؓ نے کہا کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ فرماتے تھے کہ جب رسولؐ اللہ پیدا ہوئے تو اللہ نے اُن کی والدہ آمنہؑ کے سامنے سے حجاب ہٹا کر ملک ایران وشام کے محلات دکھائے تھے۔جب حضرت علیؑ کی والدہ فاطمہؑ بنت اسدؑ حضرت ابوطالبؑ کو خوشخبری سنانے کے لئے ہنستی ہوئی تشریف لائیں اور بتایا کہ حضورؐ کی پیدائش کے وقت جناب آمنہؑ کو ایران وشام کے محلات دکھائے گئے ہیں تو جناب ابوطالبؑ نے فرمایا کہ تم اتنی سی بات پر تعجب کررہی ہو۔ جب تم حاملہ ہوگی تو آنحضرتؐ کا وصیؑ اور وزیرؑ تم سے پیدا ہوگا۔"

(کافی۔کتاب الحجۃ، باب مولد امیر المؤمنینؑ)

اور پہلی حدیث یہ ہے کہ:۔

قا ل ابو عبداللّٰہ علیہ السلام اِنَّ فاطمۃً بنت اسدٍ جاء ت الٰی ابی طالبٍ لتبشرّہ بمولدالنبیؐ فقال ابو طالبؑ: اصبری سبتًا اُبشرکِ بمثلہ اِلّا النبوۃ۔''

۔'' امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ فاطمہؑ بنت اسدؑ ابوطالبؑ کے پاس پیدائش نبویؐ کی خوشخبری لے کر آئیں تو ان سے ابوطالبؑ نے فرمایا کہ تم ایک سبت (30سال) کا انتظار کرو جب کہ میں تمہیں نبوت کے سوا اِسی خوشخبری کی مانند بشارت دیتا ہوں۔'' (ایضاً)

<u>قرآن تصدیق کرتا ہے کہ آنخضرتؐ مومنین میں بطور احسان پیدا کئے گئے تھے</u>

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ....... (3/164)

یقیناً اللہ نے **<u>مومنین</u>** پر اُس وقت منّتی احسان کیا تھا جب کہ **<u>مومنین</u>** میں **<u>مومنین</u>** ہی میں سے ایک ایسا رسولؐ مبعوث کیا تھا جو **<u>مومنین</u>** پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے جو **<u>مومنین</u>** کا تزکیہ نفس کرتا ہے یعنی **<u>مومنین</u>** کو پاک کرتا ہے اور جو **<u>مومنین</u>** کو مکمل کتاب اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اگر چہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں ہی کیوں نہ رہے ہوں۔''

<u>یہ مومنین امت مسلمہ کے افراد تھے جو تین ہزار سال سے بفضل خدا مومن تھے اور حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے منتظر رہتے تھے</u>

اُمت مسلمہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے قائم ہوئی تھی۔ اُسی امت مسلمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرتؐ کی پیدائش کی دعا کی تھی کہ:۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ "(2/128-129)

۔"اے ہمارے پروردگار ہم دونوں کو اپنے واسطے مُسلم بنا لے اور ہماری ذریت میں سے ہماری ہی طرح کی اپنے لئے ایک مُسلم اُمت بنا دے اور ہمیں سب کو ہماری ذمہ داریاں دکھا دے اور ہم پر متوجہ رہ کر ہماری راہنمائی کرتا رہ یقیناً تُو تو متوجہ رہنے والا رحیم ہے۔ ہمارے پروردگار اُس اُمت مُسلمہ میں ایک ایسا رسولؐ مبعوث کرنا جو اُس اُمت مُسلمہ پر تیری آیتیں تلاوت کرتا رہے اور اُس اُمت مُسلمہ کو مکمل کتاب اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا رہے اور اُس اُمت مُسلمہ کو پاک رکھتا چلا جائے بلاشبہ تُو تو ہر دعا پر غالب حکمت والا ہے۔"

لٰہذا واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ اُن مومنین میں پیدا اور مبعوث ہوئے تھے جو تین ہزار سال سے اُمت مُسلمہ کی صورت میں رہتے چلے آرہے تھے اور اُن میں ہرگز کوئی مشرک و بے دین نہ تھا۔ وہ سب مومنین تھے اور حضورؐ کی پیدائش و بعثت اُن مومنین پر ایک منتی احسان تھا اور یہ منت حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی دعا میں مانی گئی تھی جو لفظ بہ لفظ پوری کی گئی تھی۔ لٰہذا قریش کے تمام افسانے باطل اور غلط ہیں۔

تاریخ پیدائش و وفات

یہاں یہ بات نوٹ کر لیں کہ آنحضرتؐ کی جسمانی پیدائش 17 ربیع الاول ہے اور وفات کی تاریخ 28 صفر ہے۔

حضورؐ کے والدین کا انتقال

جب حضورؐ دو ماہ کے ہوئے تو آپکے والد علیہ السلام اپنے ماموؤں کے یہاں مدینہ میں انتقال فرما گئے اور جب حضورؐ کی عمر شریف چار سال کی تھی تو والدہ علیہا السلام نے انتقال فرمایا۔ آٹھ (8) سال کی عمر تھی کہ حضرت عبدالمطلبؑ نے انتقال فرمایا۔ ہجرت مدینہ سے ایک سال پہلے جناب خدیجہؑ وابو طالب علیہا السلام کا انتقال ہوا۔

حضورؐ کی شادی اور اولادیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے پچیس (25) سال کی عمر میں جناب خدیجہ علیہا السلام سے شادی کی۔ حضرت ابوطالب علیہ السلام نے خطبہ نکاح پڑھا تھا۔ حضرت خدیجہؑ سے طیبؑ وطاہرؑ اور جناب فاطمہؑ پیدا ہوئے تھے۔

حضورؐ کی بعثت یا نبوت

آپؐ کی پیدائش ہی آپؐ کی بعثت تھی۔ آپ کا نزول تھا (65/10-11) آپؐ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر وقت نبیؑ ورسولؐ تھے۔ کوئی ایک لمحہ ایسا نہیں گزرا جب آپؐ نبیؑ اور رسولؐ نہ ہوں۔ آپؐ اس وقت بھی نبیؑ اور رسولؐ تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔

جسمانی ولادت پر وقوع میں آنے والے حالات

ابن شہر آشوب اور صاحب کتاب الانوار نے روایت کی ہے کہ:۔ ''جب آنحضرتؐ کی ولادت کا وقت آیا تو حضرت آمنہ علیہا السلام پر ایک قسم کی دہشت طاری تھی وہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک سفید رنگ کے پرندے کو دیکھا جس نے میرے دل پر اپنے پروں کو مَلا تو وہ دہشت مجھ سے زائل ہوگئی۔ پھر میں نے کچھ عورتوں کو دیکھا جو

درخت کی طرح قد آور تھیں وہ میرے پاس آئیں۔ اُن میں سے مُشک وعنبر کی خوشبو آ رہی تھی اور وہ بہشت کے کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ وہ مجھ سے باتیں کرنے لگیں۔ اُن کی گفتگو انسانوں سے مشابہ نہ تھی۔ اُن کے ہاتھوں میں سفید بلور کے پیالے تھے جن میں جنت کے شربت بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا اَے آمنہؑ اِس کو پیو تم کو بہترین اوّلین وآخرین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشخبری ہو۔ میں نے اُس میں سے کچھ شربت پی لیا تو جو نور میرے چہرہ پر تھا مشتعل ہو گیا اور میرے تمام جسم پر چھا گیا اور ایک چیز سفید ریشم کے مانند میں نے دیکھی جو زمین و آسمان کو گھیرے ہوئے تھی۔ اور ایک ھاتِف کی آواز میں نے سُنی جو کہہ رہا تھا کہ عزیز ترین مردم کو لو اور چند مَردوں کو میں نے دیکھا کہ جو ہوا کے اوپر تھے اور ہاتھوں میں صراحیاں لئے ہوئے تھے۔ پھر میں نے مشرق اور مغرب تک زمین کو دیکھا اور ریشم کے چند علم دیکھے جو سُرخ یاقوت پر بندھے ہوئے کعبہ کی چھت پر نصب تھے اور زمین وآسمان کو گھیرے ہوئے تھے۔ جب حضرتؐ پیدا ہوئے تو کعبہ کی جانب رُخ کر کے سجدہ کیا اور آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے دُعا کی پھر ایک سفید اَبر آسمان سے نیچے آیا اور حضرتؐ کو چھپا لیا۔ پھر ایک ھاتف کی آواز آئی کہ حضرتؐ کو مشرق و مغرب کی سیر کراؤ اور تمام دریاؤں کو دکھاؤ تا کہ تمام خلائق آپؐ کے نام اور صورت اور حُلیہ سے واقف ہو جائے پھر اَبر برطرف ہوا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے ہیں جو دودھ سے زیادہ سفید ہے جس کے نیچے سبز ریشم کا گدّا بچھا ہوا ہے اور مروارید کی چند کنجیاں آپؐ کے ہاتھ میں ہیں اور کوئی کہہ رہا ہے کہ محمدؐ کو نصرت و سودمندی اور پیغمبری کی کنجیاں مل گئی ہیں۔ پھر ایک دوسرا اَبر آسمان سے نیچے آیا اور آنحضرتؐ کو پہلے سے زیادہ میری آنکھوں سے پوشیدہ کر دیا۔ پھر دوسری آواز کان میں آئی کہ محمدؐ کو مشرق

ومغرب کی سیر کراؤ اور اُن کو جن وانس اور پرندوں اور درندوں اور روحانیوں پر پیش کرو اور اُن ﷺ کو صفائے آدمؑ، رقت نوحؑ، خلّتِ ابراہیمؑ، زبان اسماعیلؑ، جمال یوسفؑ، بشارت یعقوبؑ وصدائے داؤدؑ وزہد یحییٰؑ اور کرم عیسیٰؑ صلوٰۃ للہ علیہم پیش کرو۔ جب وہ اَبر زائل ہوا میں نے دیکھا کہ حضرتؐ کے ہاتھ میں ایک ریشمی کپڑا تھا جو بہت مضبوطی سے لپیٹا گیا تھا اور کوئی کہہ رہا تھا کہ محمدؐ نے تمام دنیا اپنے قبضہ تصرف میں لے لی ہے۔ پھر میں نے تین آدمیوں کو دیکھا اُن کے چہرے ایسے نورانی تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ سورج طلوع ہو رہا ہے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کی ایک صراحی تھی اور مشک کا نافہ تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت تھا جس کے چار سرے تھے۔ وہ ہر طرف مروارید سے مرصع تھے۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ اَے خدا کے ولی یہ دُنیا ہے اِس کو لے لو تو حضرتؐ نے اس کے درمیان کو اختیار کیا کسی نے کہا کہ آپؐ نے کعبہ کو اختیار کیا ہے۔ تیسرے شخص کے ہاتھ میں ایک سفید ریشمی کپڑا تھا جو لپیٹا ہوا تھا۔ جس کو کھول کر اس میں سے ایک انگوٹھی نکالی جس کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں۔ پھر آنحضرتؐ کو سات مرتبہ اس پانی سے غسل دیا جو صراحیوں میں تھا۔ پھر اُس انگوٹھی سے آنحضرتؐ کے دونوں شانوں کے درمیان نقش کیا اور آپؐ سے گفتگو کی حضرتؐ نے اُس کا جواب دیا۔ پھر اُن میں سے ہر ایک نے تھوڑی تھوڑی دیر حضرت ﷺ کو اپنے پروں میں لیا اور وہ جس نے حضرتؐ کے ساتھ یہ امور انجام دیئے رضوان خازن جنت تھا۔ پھر وہ حضرت سے یہ کہہ کر چلے گئے کہ اَے دُنیا و آخرت کی عزّت کے مالک آپ ﷺ کو خوشخبری ہو۔"

دوسری سند سے روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلبؑ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی ولادت کی شب کو میں کعبہ کے نزدیک سو رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ کعبہ

اپنی بنیادوں سمیت زمین سے اکھڑ کر مقام ابراہیمؑ کی جانب سجدہ میں گر پڑا ہے۔ پھر سیدھا ہو کر بولا کہ اللہ اکبر ۔میرے اور محمد مصطفیؐ کے پروردگار نے مشرکین اور کفار کی نجاست سے اب مجھے پاک کر دیا ہے اور تمام بُت کانپتے ہوئے منہ کے بل گر پڑے۔ پھر میں نے دیکھا کہ بہت سے پرندے کعبہ کے پاس جمع ہوئے ہیں اور مکہ کے پہاڑ کعبہ کی طرف جھکے اور ایک سفید بادل آمنہؑ کے حجرے کے قریب موجود ہے۔ میں آمنہؑ کے حجرہ کی طرف دوڑ کر آیا اور پوچھا کہ میں خواب میں ہوں یا بیدار ہوں۔ آمنہؑ نے کہا کہ آپ تو بیدار ہیں۔تو میں نے دریافت کیا کہ وہ نور کیا ہوا جو تمہاری پیشانی میں تھا؟ آمنہؑ نے کہا کہ وہ اُس فرزند میں ہے جو مجھ سے پیدا ہوا ہے۔اُس کو چند پرندے لئے ہوئے ہیں اور مجھے نہیں دیتے۔اور یہ ابر اُس کی ولادت کے وقت سے مجھ پر سایہ فگن ہے۔میں نے کہا کہ میرے بچے کو لاؤ میں بھی دیکھوں۔آمنہؑ نے کہا کہ تین روز تک وہ طائر بچے کو مجھے نہ دیں گے کہ آپؑ دیکھیں۔ یہ سن کر میں نے اپنی تلوار نکالی اور کہا کہ میرے بچے کو لاؤ ورنہ میں تم کو قتل کر دوں گا۔آمنہؑ نے کہا کہ وہ حجرہ میں ہے آپؑ جانیں اور وہ جانیں۔جب میں نے چاہا کہ حجرہ میں داخل ہوں ایک شخص باہر آیا اور کہا آپ واپس جایئے جب تک تمام فرشتے اُن کی زیارت نہ کر لیں کوئی انسان اُن کو نہیں دیکھ سکتا ہے یہ سن کر میں کانپ گیا اور واپس آ گیا۔''

شیخ طبرسی نے کتاب احتجاج میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ:۔

۔''جب آنحضرتؐ شکم مادر سے باہر تشریف لائے تو بایاں ہاتھ زمین پر رکھا اور داہنا ہاتھ آسمان کی جانب بلند کیا اور اپنے لبوں کو توحید کے ذکر میں حرکت دی اور زبان مبارک سے ایک نور ساطع ہوا جس کی روشنی میں اہل مکہ نے قصرہائے بصریٰ اور اُس کے چاروں طرف شام میں دیکھا اور یمن کے سرخ محل اور اُس کے نواحی

اور اصطخر وفارس کے سفید محل اور اس کے اطراف وجوانب کو دیکھا اور آنحضرتؐ کی ولادت کی رات دنیا روشن ہوگئی یہاں تک کہ جن وانس وشیاطین خوفزدہ ہوگئے اور کہنے لگے کہ زمین پر کوئی عجیب بات حادث ہوئی ہے۔اور فرشتوں کو دیکھا کہ فوج درفوج زمین پر آتے ہیں اور آسمان پر جاتے ہیں۔ اور تسبیح خدا کررہے ہیں اور ستارے حرکت میں ہیں اور ہوا میں پیر رہے ہیں۔''

ابن بابویہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کی ولادت کی رات ایوان کسریٰ کو لرزہ ہوا اور اُس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ دریائے ساوہ خشک ہوگیا اور فارس کا آتش کدہ بجھ گیا جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔اور فارس کے سب سے بڑے عالم نے خواب میں دیکھا کہ چند فربہ اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچتے ہوئے دریائے دجلہ کو عبور کرکے بلادعجم میں منتشر ہوگئے ہیں۔کسریٰ نے جب یہ عجیب کیفیت دیکھی اپنے سر پر تاج رکھ کر تخت پر بیٹھا اور اپنے امرا اور ارکانِ دولت کو جمع کیا اور محل کے کنگروں کا گرنا اور جو کچھ دیکھا تھا اُن سے بیان کیا۔اسی اثنا میں آتشکدہ فارس کے بجھنے کی اطلاع آئی جس سے اس کا غم واندوہ اور بڑھ گیا۔ پھر اُس عالم نے بھی کہا کہ اَے بادشاہ میں نے بھی ایک عجیب خواب دیکھا ہے اور وہ خواب بیان کردیا۔ بادشاہ نے اس خواب کی تعبیر معلوم کی تو کہا کہ کوئی واقعہ مغرب میں ضرور ہوا ہوگا......''

''حوروں نے آنحضرتؐ کو بہشت کے کپڑوں میں لپیٹا اور جنت کو روانہ ہوگئیں اور فرشتوں کو آنحضرتؐ کی ولادت کی خوشخبری دی۔ یہ سن کر جبرائیل ومیکائیل علیہما السلام زمین پر آئے اور دو جوانوں کی صورت میں داخل حجرہ ہوئے۔ جبرائیل کے ہاتھ میں ایک طلائی طشت تھا اور میکائیل عقیق کی صراحی لئے ہوئے تھے۔ جبرائیل نے آنحضرتؐ کو ہاتھوں پر لیا میکائیل پانی ڈالنے لگے اور آنحضرتؐ کو غسل دیا

اور جناب آمنہؑ سے کہا کہ ہم حضرتؐ کو پاک کرنے کیلئے غسل نہیں دے رہے ہیں۔ وہ تو خود ہی طاہر و مطہر ہیں بلکہ نور و صفا کی زیادتی کیلئے غسل دے رہے ہیں۔ پھر جنت کے عطروں سے حضورؐ کو معطر کیا اسی اثنا میں مختلف آوازیں حجرہ کے دروازے پر پیدا ہوئیں۔ جبرائیل نے کہا کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے آنحضرتؐ کو سلام کرنے آئے ہیں اور وہ حجرہ بقدرت خدا وسیع ہو گیا فرشتے فوج در فوج اُس میں داخل ہوتے تھے اور کہتے تھے:۔

اَلسَّلام علیک یا محمدؐ، اَلسَّلام علیک یا محمودؐ، اَلسَّلام علیک یَا احمدؐ، اَلسَّلام علیک یَا حامدؐ۔

ثلث رات گزرنے کے بعد بحکم خدا جبرائیل جنت سے چار علم لائے۔ سبز علم کوہ قاف پر نصب کیا جس پر سفید حرفوں سے دو سطروں میں **لاالٰہ الّا اللّٰہ محمدؐ رسول اللّٰہ** لکھا ہوا تھا۔ دوسرے علم کو کوہ ابوقبیس پر نصب کیا جس کے دو پھریرے تھے۔ پہلے پر **لا الٰہ الا اللّٰہ** اور دوسرے پر **لا دین الا دین محمدؐ بن عبداللّٰہ** تحریر تھا۔ تیسرا علم بام کعبہ پر نصب کیا جس پر **طُوبیٰ لِمَن آمَنَ باللّٰہ بِمحمد والویل لِمَن کفر بہ و ردّ علیہ حَرُفًا مِمَّا یَاتی بِہٖ مِن عِند ربّہ** چوتھے علم کو بیت المقدس پر نصب کیا جس پر **لا غالب الا اللّٰہ و النصر للّٰہ ولِمُحَمّدؐ**۔

اور ایک فرشتے نے ابوقبیس سے آواز دی کہ اَے اہل قریش خدا اور اُسکے رسوؐل پر ایمان لاؤ اور اُس نور پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے بھیجا ہے اور خدا نے ایک اَبر کعبہ کے اوپر بھیجا جس نے مشک و عنبر نثار کیا۔ پھر جبرائیل ایک قندیل سرخ لائے اور کعبہ کے دروازے پر لٹکا دی جس سے بغیر تیل کے روشنی ہو رہی تھی اور آنحضرتؐ کی پیشانی مبارک سے ایک بجلی ظاہر ہوئی جو ہوا میں بلند ہو کر آسمان تک پہنچی اور اہل ایمان کے

ہر گھر میں اُسکی روشنی نمایاں ہوگئی ۔ اسکے بعد آمنہؑ نے دروازہ کھولا اور حجرہ سے باہر آئیں اور جو عجائبات دیکھے تھے ماں باپ سے بیان کئے ۔ جب حضرت عبدالمطلبؑ کو خوشخبری دی تو آپؑ آنحضرتؐ کے پاس آئے اور دیکھا کہ آپؐ بزبان فصیح تقدیس وتسبیح الٰہی کررہے ہیں ۔ پھر خدا نے ایک سفید ریشمی خیمہ بھیجا جس پر لکھا تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِO یٰٓاَ یُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاO وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا O(احزاب 46-33/45)

۔''اَے نبیؐ یقیناً ہم نے آپؐ کو کائنات پر گواہ اور خوشخبری دینے والا اور خبردار کرنے والا اور اللہ کی طرف دعوت دینے والا بنایا اور اللہ کی اجازت سے ایک نورانی چراغ بنا کر بھیجا ہے۔''

''وہ خیمہ چالیس روز تک بدستور قائم رہا۔حبیب راہب نے قریش اور بنی ہاشم کو بتایا کہ یہ علامتیں اُس پیغمبرؐ کی ہیں جو بہت جلد مبعوث ہونے والا ہے۔ ہم نے تمام آسمانی کتابوں میں اُنؐ کے اوصاف پڑھے ہیں ۔ پھر دوسرے روز حضرت عبدالمطلبؑ جناب پیغمبرؐ خدا کو گود میں لے کر کعبہ میں گئے جب کعبہ میں داخل ہوئے تو آنحضرتؐ نے باسم اللّٰہ و باللّٰہ فرمایا اور کعبہ بقدرت خدا گویا ہوا اور کہا اَلسَّلام عَلیکَ یا محمدؐ رحمة اللّٰہ و برکاتہ اور ایک ھاتف کی آواز آئی ۔ جاء الحق و زھق الباطل اِنَّ الباطل کان زھوقًا. تیسرے روز عبدالمطلبؑ نے بید کا گہوارہ خرید فرمایا۔جس کو طرح طرح کے جواہرات سے اور ریشمی زرنگار کپڑے سے آراستہ کیا اور موتیوں اور جواہرات کا ایک ہار بنا کر اس میں لٹکا دیا تا کہ جس طرح بچے کھیلتے ہیں حضرتؐ بھی کھیلیں گے ۔لیکن آنحضرتؐ جب بیدار ہوتے تو اُن موتیوں کے ذریعہ خدا کی تسبیح کیا کرتے تھے ۔ چوتھے روز سواد بن قارب حضرت عبدالمطلبؑ

کے پاس آیا جب کہ وہ کعبہ کے پاس تشریف فرما تھے اور اکابر قریش اور بنی ہاشم آپؑ کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے۔ سواد بن قارب نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ عبداللہؑ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ جس سے عجیب عجیب باتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ میں بھی اس کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ عرب میں اپنے علم کی زیادتی کے سبب مشہور تھا اور لوگ اس کی باتوں پر کامل یقین رکھتے تھے۔ یہ سن کر حضرت عبدالمطلبؑ خانہ آمنہؑ میں آئے اور حضرتؐ کو دریافت کیا۔ کہا گیا کہ وہؐ اپنے گہوارے میں آرام کر رہے ہیں۔ عبدالمطلبؑ نے گہوارہ کا پردہ اُٹھایا تو ایک بجلی سی آنکھوں میں چمک گئی جو گھر کی چھت سے باہر نکل گئی۔ یہ دیکھتے ہی عبدالمطلبؑ اور سواد بن قارب دونوں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ پھر سواد بے اختیار حضرتؐ کے تلووں پر آنکھیں مل کر عبدالمطلبؑ سے بولا کہ میں آپؑ کو گواہ کرتا ہوں کہ اس بچہ پر ایمان لاتا ہوں اور یہ جو کچھ خدا کی جانب سے لائے گا اُن سب کا اقرار کرتا ہوں اور حضرتؐ کے چہرہ مبارک پر بوسہ دے کر باہر آیا۔ جب حضرتؐ ایک مہینے کے ہوئے تو آپ کو جو شخص دیکھتا سمجھتا کہ وہؐ ایک سال کے ہیں۔ اور آپؐ کے گہوارے سے برابر تسبیح و تقدیس کی آوازیں آتی رہتی تھیں۔

جب حضرت دو ماہ کے ہو گئے تو حضرت آمنہؑ کے والد کا بھی انتقال ہو گیا۔''

۔''حضرت ابوطالب علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا اور ایک لمحہ کیلئے بھی جدا نہ کرتا تھا اور نہ کسی کا اُن کے بارے میں اعتبار کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اُن کو اپنے بستر پر سلاتا تھا۔ ایک رات میں نے اُنؐ سے کہا کہ اپنے کپڑے اُتار کر میرے بستر پر آ کر سو رہو۔ لیکن اُنؐ کو دیکھا کہ کپڑے اُتارنے میں کراہت ہو رہی ہے۔ مجھ سے کہا کہ اَے پدر بزرگوار اپنا منہ پھیر لیجئے کسی کو مناسب نہیں کہ وہ میرے ستر کو دیکھے۔ جب وہ میرے پاس بستر میں

آ گئے تو میں نے اپنے اور انؐ کے درمیان ایک کپڑا دیکھا جو میں لحاف میں نہیں لے گیا تھا۔ ویسا کپڑا نرم اور خوشبودار میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ مُشک میں غوطہ دیا ہوا ہے۔ صبح ہوئی تو وہ کپڑا غائب تھا۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا کہ رات کو اُنؐ کو بستر پر نہ پاتا جب میں اُن کی تلاش میں اُٹھتا تو وہ لحاف میں سے آواز دیتے کہ چچا جان میں یہاں ہوں۔ واپس آ جائیے۔ اور راتوں کو دعائیں اور عجیب باتیں سنتا تھا۔ ایک روز ایک بھیڑیئے کو میں نے دیکھا کہ اُن کے پاس آیا۔ اُن کو سونگھا پھر آپؐ کے گرد گھوما اور ذلت کے ساتھ اپنی دُم زمین پر ملنے لگا۔ اکثر دیکھتا کہ ایک نہایت حسین شخص آ کر آپؐ کے سر پر ہاتھ پھیرتا، دعا دیتا اور غائب ہو جاتا۔ اکثر خواب میں دیکھتا کہ تمام دنیا اُنؐ کی مسخر ہو گئی ہے۔ وہ بلند ہوتے ہوئے آسمان پر پہنچتے ہیں۔ ایک روز وہ غائب ہو گئے۔ میں اُنؐ کی تلاش میں بہت سرگرداں رہا۔ ناگاہ دیکھا کہ چلے آ رہے ہیں اور ایک شخص اُنؐ کے ساتھ ہے جس کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے کہا اَے فرزند کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی ہے کہ مجھ سے جُدا نہ ہوا کرو۔ اُس شخص نے کہا گھبراؤ نہیں وہ جب تمہارے پاس سے الگ ہوتے ہیں تو میں اُنؐ کے ساتھ رہتا ہوں۔ اور اُن کی حفاظت کرتا ہوں۔ وہ ہمیشہ آبِ زم زم پیتے تھے۔ اکثر ابو طالبؑ صبح کو اُن کے لئے کھانا لاتے تو وہ فرماتے کہ چچا جان میں سیر ہوں۔ جب دوپہر یا شام کو ابو طالبؑ اپنے بچوں کیلئے کھانا لاتے تو فرماتے کہ ابھی کھانے میں ہاتھ نہ ڈالو جب تک آنحضرتؐ نہ آ جائیں اور تناول نہ کر لیں۔ جب آنحضرتؐ ابتدا کرتے تو سب لڑکے آپؐ کی برکت سے سیر ہو جاتے اور کھانا اُسی قدر موجود رہتا۔ پھر ابو طالبؑ سے ہی منقول ہے کہ میں راتوں کو آنحضرتؐ سے دعائیں اور مناجات اور ایسی باتیں سنا کرتا تھا کہ مجھے تعجب ہوتا۔ اہلِ عرب کی عادت نہ تھی کہ

وہ کھانے کے وقت بسم اللہ کہیں۔ لیکن بچپن ہی میں آنحضرتؐ کی یہ عادت تھی کہ جب تک بسم اللہ نہ کہتے کھانا نوش نہ فرماتے تھے نہ پانی پیتے تھے۔ اور فارغ ہو کر الحمداللہ کہتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ جب میں آپؐ کے پاس جاتا آپؐ تنہا ہوتے اور ایک نور آپؐ کے سر سے آسمان تک کھنچا ہوتا۔ جب آپؐ سات برس کے تھے تو یہودیوں کا ایک گروہ آیا اور کہا کہ ہم نے اپنی کتابوں میں دیکھا ہے کہ حق تعالیٰ محمدؐ کو حرام اور شبہ سے محفوظ رکھے گا۔ ہم اس کا تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔ پھر ایک فربہ مرغ کو پکا کر اُس مجمع میں لائے جہاں قریش کی ایک جماعت اور آنحضرتؐ موجود تھے۔ اور سب کے سامنے رکھ دیا۔ قریش نے مل کر کھایا لیکن آنحضرتؐ نے اُس کی طرف ہاتھ بھی نہ بڑھایا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپؐ کیوں نہیں کھاتے؟ فرمایا یہ حرام ہے اور خدا مجھے حرام سے محفوظ رکھتا ہے۔ لوگوں نے کہا حلال ہے اگر آپؐ پسند کریں تو ہم ایک لقمہ آپؐ کے منہ میں کھلا دیں۔ فرمایا کہ اگر تم سے ممکن ہو تو کھلاؤ۔ اُن لوگوں نے ہر چند کوشش کی کہ لقمہ آپؐ کے دہن تک لے جائیں لیکن نہ ہو سکا۔ اُن کے ہاتھ دائیں یا بائیں مڑ جاتے تھے اور حضرتؐ کے دہن مبارک تک نہ پہنچ سکتے۔''

حضرت فاطمہؓ بنت اسد سے منقول ہے کہ ہمارے گھر کے صحن میں ایک درخت تھا جو مدتوں سے خشک ہو چکا تھا۔ ایک روز آنحضرتؐ اُس کے پاس تشریف لائے اور اپنا ہاتھ اس پر ملا وہ درخت اُسی وقت سرسبز و شاداب ہو گیا اور اس میں رطب پیدا ہو گئے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں ہر روز آنحضرتؐ کے لئے رطب جمع کرتی محفوظ رکھتی تھی۔ جب حضرت تشریف لاتے آپؐ کے سامنے حاضر کر دیتی وہ اُن کو باہر لے جا کر بنی ہاشم کے بچوں میں تقسیم کر دیتے۔ ایک روز آنحضرتؐ تشریف لائے تو میں نے عذر کیا کہ آج درخت میں رطب نہیں لگے۔ فاطمہؓ بنت اسدؓ کہتی ہیں کہ حضرتؐ کے نور کی

قسم جب آپؐ نے یہ سنا تو درخت کے پاس تشریف لے گئے اور چند کلمات فرمائے۔ میں نے دیکھا کہ اُن سب درختوں میں سے ایک درخت اس قدر خم ہوا کہ حضرؐت کا ہاتھ اُسکے اوپر کے سرے تک پہنچ گیا اور آپؐ نے جس قدر رطب چاہے توڑ لئے پھر وہ درخت اسی طرح بلند ہو گیا۔ اُس وقت میں نے درگاہ باری میں تضرع اور الحاح سے دُعا کی کہ اَے میرے پروردگار مجھے بھی ایک فرزند عطا فرما جواُن کا بھائی ہو اور ان کے مثل ہو۔''

حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب آنحضرؐت بائیس (22) مہینے کے ہوئے تو آپؐ کی آنکھیں آشوب کر آئیں۔ عبدالمطلبؑ نے ابوطالبؑ سے کہا کہ ایک راہب طبیب کے پاس لے جائیں جو جحفہ میں رہتا ہے۔ حضرت ابوطالبؑ آپؐ کو اس کے صومعہ تک لائے اور اُس کے دروازے پر پہنچ کر آواز دی۔ راہب نے دیکھا کہ اُس کا صومعہ نور سے معمور ہو گیا ہے اور فرشتوں کے پروں کی آوازیں اس کے کانوں میں سنائی دینے لگیں۔ اس نے سر اپنے صومعہ سے باہر نکالا اور پوچھا آپؐ کون ہیں۔ فرمایا میں ابوطالبؑ پسر عبدالمطلبؑ ہوں اپنے بھتیجے کو لایا ہوں کہ اُن کی آنکھوں کا علاج کرو۔ راہب نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے۔ فرمایا اس گہوارے میں دھوپ سے حفاظت کے لئے بٹھا رکھا ہے۔ راہب نے کہا کہ گہوارے کو کھولو کہ میں اُسے دیکھوں۔ جب گہوارے سے پردہ ہٹایا گیا ایک نور چمکا راہب ڈر گیا اور کہا کہ پردہ گرادو اور اپنے صومعہ میں اپنا سر داخل کر لیا اور کہا کہ میں خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ واللہ تو پیغمبرؐ خدا ہے تو ہی وہ ہے جس کی خدا تعالیٰ نے توریت وانجیل میں موسیٰ وعیسیٰؑ کی زبانی خوشخبری دی ہے۔ پھر دوبارہ کلمہ شہادتین پڑھا اور اپنا سر صومعہ سے باہر نکالا اور کہا تمہارے برادر

زادہ کی شان بہت بلند ہے۔ جناب ابوطالبؑ نے واپس آ کر راہب کی باتیں جناب عبدالمطلبؑ کو سنائیں۔ فرمایا کہ اَے فرزند خاموش رہو کہ کہیں کوئی یہ باتیں سن نہ لے۔ خدا کی قسم محمدؐ بادشاہ عرب وعجم ہوگا۔"

ابن بابویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوطالبؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ آٹھ سال کے تھے کہ میں نے شام کی جانب تجارت کے لئے جانے کا ارادہ کیا میرے عزیزوں نے کہا کہ محمدؐ کو کس کے پاس چھوڑو گے۔ میں نے کہا کہ میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ وہ بولے کہ اس قدر گرم موسم میں سفر میں ساتھ لے جانا مناسب نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ واللہ میں اُنؐ کو جدا نہیں کر سکتا۔ میں اُنؐ کے لئے ایک محمل تیار کروں گا۔ غرض میں نے آنحضرتؐ کو محمل میں بٹھایا اور اُن کے اونٹ کو ہر وقت اپنے سامنے رکھتا تھا تا کہ وہ میری نگاہوں سے اُوجھل نہ ہوں۔ جب دھوپ تیز ہوتی تو ایک سفید بادل برف کی مانند آتا اور حضرتؐ کو سلام کر کے آپؐ کے سر پر سایہ فگن رہتا۔ وہ جہاں جہاں جاتے وہ بادل آپؐ کے ساتھ ساتھ رہتا اور اکثر عمدہ پھل اُس میں سے گرتے رہتے تھے۔ ایک روز اثنائے راہ میں پانی کی قِلّت ہوگئی۔ قافلے والے ایک اشرفی میں ایک مشک خریدتے تھے مگر ہمارے یہاں آنحضرتؐ کی برکت سے پانی بہت کافی تھا اور کسی وقت کم نہ ہوا۔ ہم جس منزل پر ٹھہرتے آپؐ کی برکت سے حوض بھر جاتے اور وہاں کی زمین سبزہ سے لہلہا اُٹھتی اور ہر وقت ہمیں فراوانی وفراخی حاصل رہتی۔ راستے میں جو اونٹ تھک کر بیٹھ جاتا حضرتؐ اپنا دست مبارک اس پر پھیر دیتے وہ پھر تازہ دم ہو کر چلنے لگتا۔

جب ہم شہر بصریٰ کے نزدیک پہنچے تو ایک راہب کا صومعہ نظر آیا۔ ناگاہ ہم نے دیکھا کہ وہ صومعہ حضرتؐ کے استقبال کے لئے گھوڑے کے مانند تیز رواں ہوا

اور ہمارے قریب پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اُس میں ایک نصرانی راہب تھا جس کو بحیرا کہتے تھے جو کبھی شک و شبہ کرنے والوں سے آشنا نہ تھا اور نہ کسی سے گفتگو کرتا تھا۔ جو قافلہ بھی اُس کی طرف سے گزرتا وہ کسی کا حال دریافت نہ کرتا تھا۔ جب اُس نے صومعہ کو حرکت میں دیکھا اور قافلہ پر نگاہ پڑی تو حضرتؐ کو پہچانا اور کہا کہ جو کچھ میں نے پڑھا اور سنا ہے اگر سچ ہے تو وہ آپؐ ہی ہیں آپؐ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ پھر ہم لوگ ایک بڑے درخت کے نیچے ٹھہرے جو اُس کے صومعہ کے نزدیک تھا۔ اُس درخت کی شاخیں خشک ہوچکی تھیں اُس میں پھل نہیں لگتے تھے۔ ہمیشہ قافلے اُسی درخت کے نیچے ٹھہرا کرتے تھے۔ جب آنحضرتؐ اُس درخت کے نیچے رونق افروز ہوئے وہ درخت لہلہا اُٹھا۔ اُس میں بہت سی شاخیں پیدا ہوکر آنحضرتؐ کے سر پر سایہ فگن ہوگئیں اور تین قسم کے پھل اُس میں لگ گئے دو گرمیوں کی موسم کے اور ایک سردی کی موسم کے۔ اہلِ قافلہ یہ دیکھ کر بہت متعجب ہوئے۔ بحیرا کو بھی حیرت ہوئی۔ اُس نے اپنے ساتھ اتنا کھانا لیا جو صرف آنحضرتؐ کیلئے کافی ہوتا اور اپنے صومعہ سے باہر نکل آیا اور حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر بولا کہ اس بچے کا متکفل کون ہے۔ حضرت ابوطالبؑ نے کہا کہ میں ان کی خدمت میں رہتا ہوں۔ پوچھا کہ آپؑ کا اِنؐ سے کیا رشتہ ہے؟ میں نے کہا کہ میں اِنؐ کا چچا ہوں۔ اُس نے کہا کہ انؐ کے تو کوئی ایک چچا ہیں تم اِسؐ کے کون سے چچا ہو۔ میں نے کہا کہ وہ میرے حقیقی بھائی کے بیٹے ہیں۔ پھر وہ بول اٹھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کو میں جانتا ہوں۔ اگر یہ وہی نہ ہوا تو میں بحیرا نہیں ہوں۔ پھر بولا کہ کیا آپؑ اجازت دیتے ہیں کہ میں یہ کھانا اُنؐ کے لئے لے جاؤں۔ میں نے کہا ہاں لے چلو اور میں نے آنحضرتؐ سے جا کر کہا کہ ایک شخص آیا ہے اور تمہاری ضیافت کیلئے کھانا لایا ہے کھالو۔ فرمایا کہ کیا تنہا میرے

لئے کھانا لایا ہے میرے ہمراہی نہ کھائیں گے؟ بحیرا نے کہا حضورؐ میرے پاس اس سے زیادہ نہ تھا۔ فرمایا کہ کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں سب کو اس میں شریک کرلوں؟ اُس نے کہا ہاں ہاں۔ اس وقت آنحضرتؐ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ بسم اللہ کھاؤ۔ ابوطالبؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک سوستر آدمی تھے اور سب نے مل کر وہ کھانا کھایا اور سیر ہو گئے پھر بھی وہ اتنا ہی باقی رہا۔

بحیرا آنحضرتؐ کی خدمت میں کھڑا پنکھا جَھل رہا تھا اور حیرت میں غرق تھا۔ رہ رہ کر جھکتا اور حضرتؐ کا سرِ اَقدس چوم لیتا تھا اور کہتا تھا کہ بحق پروردگارِ مسیح یہ وہی ہے۔ لوگ نہیں سمجھتے تھے کہ وہ کیا کہتا ہے۔ آخر قافلے میں سے ایک شخص نے کہا کہ اَے راہب تیری باتیں عجیب ہیں ہم اکثر تیرے صومعہ کی طرف سے گزرے ہیں تُو کبھی بھی ہماری طرف متوجہ نہ ہوا۔ بحیرا نے کہا ہاں۔ لیکن اس دفعہ میرا حال عجیب ہے وہ یہ ہے کہ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ چند امور جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ یہ لڑکا جو اس درخت کے نیچے بیٹھا ہے اگر تم اس کو پہچان لیتے جس طرح میں پہچانتا ہوں تو بلاشبہ اپنی گردنوں پر سوار کر کے اُسے شہر میں پھراتے۔ خدا کی قسم اس دفعہ جو کچھ تمہارا اکرام کر رہا ہوں تو صرف اسی لڑکے کی وجہ سے ہے۔ جب وہ میرے صومعہ کے قریب آیا تو میں نے اُسؐ کے آگے ایک نور دیکھا جو زمین سے آسمان تک پھیلا ہوا تھا۔ اور کچھ مَردوں کو دیکھا جو یاقوت وزبرجد کے پنکھے ہاتھوں میں لئے حضرتؐ کو جَھل رہے تھے اور ایک دوسری جماعت طرح طرح کے میوے لئے ہوئے اس پر نثار کر رہی تھی۔ اور یہ اَبر اس کے سر پر سایہ کئے ہوئے تھا اور ہر وقت سایہ کئے رہتا ہے۔ کبھی جدا نہیں ہوتا۔ میرا عبادت خانہ اس کے استقبال کے لئے تیز رفتار گھوڑے کی طرح دوڑا۔ یہ درخت مدتوں سے خشک تھا اس میں شاخیں بہت کم

تھیں ۔ اِسؐ کے اعجاز سے شاداب ہوگیا اور حرکت میں آیا دوسری اور شاخیں نکل آئیں اور تین طرح کے پھل اس میں پیدا ہوگئے اور یہ تمام حوض اُس زمانہ سے خشک ہو گئے تھے جب سے بنی اسرائیل کے حواریوں کے بعد اُن میں اختلاف وفساد پیدا ہوا۔ہم نے کتاب شمعون میں پڑھا ہے کہ شمعون نے اُن پر لعنت کی تھی اور فرمایا تھا کہ جب تم دیکھو کہ ان حوضوں میں پانی نکل آیا تو سمجھ لینا کہ اُس پیغمبرؐ کی برکت کے سبب سے ہے جو شہر تہامہ میں ظاہر ہوگا اور مدینہ کی جانب ہجرت کرے گا۔اُس کی قوم میں اُسؐ کا نام امینؐ اور آسمان میں احمدؐ ہوگا ۔ وہ نسلِ اسماعیلؑ بن اِبراہیمؑ سے ہوگا۔ خدا کی قسم یہ وہی ہے ۔پھر بحیرا آنحضرتؐ کے قدموں پر گر پڑا تلووٴں کو چومتا اور کہتا تھا کس قدر خوشگوار ہے آپؐ کی خوشبو۔اَے وہؐ کہ تمام پیغمبروںؑ سے آپؐ کی پیروی بہتر ہے۔اور دُنیا میں جو کچھ روشنی ہے آپؐ ہی کے سبب سے ہے۔مسجدیں آپؐ کے نام سے آباد ہوں گی ۔پھر دوبارہ آپؐ کے دست و پائے اقدس کو بوسہ دیا اور کہا کہ آپؐ ہی بہترین بنی آدم اور پرہیز گاروں کے پیشوا ہیں اور خاتم المرسلینؐ ہیں۔خدا کی قسم آپؐ کی ولادت باسعادت کے روز زمین خنداں ہوئی اور تا قیامت خنداں رہے گی۔آپؐ ہی ابراہیمؑ کی دعا اور عیسیٰؑ کی بشارت ہیں۔آپؐ اہل جاہلیت کی نجاستوں سے ہمیشہ پاک ومطہر رہے ہیں ۔پھر ابو طالبؑ کی طرف رخ کیا اور کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپؑ انؐ کو اپنے شہر واپس لے جائیں ۔ پھر بحیرا نے چاہا کہ آنحضرؐت کو وداع کرے تو بہت رویا اور کہا کہ اَے فرزندآؐمنہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام عرب آپؐ کے ساتھ دشمنی اور جدال وقتال کریں گے۔پھر میری طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اَے عمِّ محترم اِن کی قرابت کی رعایت کیجئے اور اپنے پدر بزرگوار کی وصیت کا دھیان رکھیئے۔بہت جلد تمام قریش آپؑ سے کنارہ کشی کریں گے آپؑ پرواہ نہ کرنا۔

آپؑ کے یہاں ایک فرزند ہوگا جو ہر حال میں اِنؐ کا معین و مددگار رہے گا۔ آسمانوں میں اُسؑ کی شجاعت کی مدح ہوگی۔ اُسؑ سے دو فرزندؑ ہوں گے جو شہادت کے درجہ پر فائز ہوں گے۔

جناب ابوطالبؑ کہتے ہیں کہ جب ہم شام کے نزدیک پہنچے واللہ شام کے قصر حرکت میں آئے اور اُن سے ایک نور آفتاب کے نور سے زیادہ روشن بلند ہوا۔ جب ہم لوگ شام میں داخل ہوئے تماشائیوں کی کثرت سے بازار میں داخل ہونا ممکن نہ تھا۔ ہر طرف سے لوگ حضرتؐ کے جمال عدیم المثال کے نظارے دیکھنے کے لئے دوڑ پڑے اور حضرتؑ کے حسن و جمال اور فضل و کمال کا شہرہ اطرافِ شام میں پہنچا۔ جس جس جگہ راہب اور عالم تھے آنحضرتؐ کے گرد آ، آ کر جمع ہوئے۔ علمائے اہل کتاب کا ایک سب سے بڑا عالم نسطورا تین روز تک آیا اور حضرتؑ کے برابر بیٹھا لیکن کوئی گفتگو نہیں کی۔ جب تیسرا روز ختم کے قریب پہنچا وہ بے تابانہ حضرؐت کی خدمت میں آیا اور آپؐ کے گرد گھومنا شروع کیا۔ میں نے پوچھا کہ اَے راہب تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا اِن کا نام کیا ہے؟ میں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ یہ سنتے ہی اُس کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اس نے کہا کہ آپ ان سے التماس کریں کہ اپنی پشت اور شانے کھولیں۔ آنحضرتؐ نے اپنے شانوں پر سے پیرہن ہٹا دیا۔ تو راہب کی نگاہ مہر نبوت پر پڑی دیکھتے ہی وہ بیتاب ہو کر گر پڑا اور اٹھ کر مہر نبوت کو چومنے لگا اور مجھ سے کہا کہ بہت جلد اس خورشید نبوؐت کو واپس لے جایئے۔ پھر وہ روزانہ حضرؐت کی خدمت میں آتا اور مراسمِ خدمت بجالاتا۔ لذیذ کھانے حضرتؐ کے لئے لایا کرتا تھا۔ جب ہم لوگ شام سے واپس چلے تو ایک پیرہن لایا اور عرض کی کہ حضرتؐ اس کو پہن لیں شاید اس کے سبب سے کبھی کبھی مجھے یاد کر لیا کریں۔ جب میں نے دیکھا کہ

حضرتؐ کے چہرے سے آثار کراہت ظاہر ہو رہے ہیں تو میں نے وہ پیرہن لے کر رکھ لیا اور کہا کہ میں ان کو پہنا دوں گا اور نہایت عجلت کے ساتھ حضرتؐ کو لے کر بیت اللہ کی جانب واپس آ گیا۔''

آنحضرتؐ کا تجارت کیلئے ملک شام جانا

جناب ابو طالبؑ حضرت خدیجہؑ کے پاس گئے اور کہا کہ محمدؐ چاہتے ہیں کہ تمہارے مال سے تجارت کریں۔ حضرت خدیجہؑ نے کہا کہ بہت خوب بسر و چشم منظور ہے اور بہت خوش ہوئیں۔ اپنے غلام میسرہ سے کہا کہ جس قدر مال تجارت تمہاری تحویل میں ہے محمدؐ کو سپرد کر دو اور اُن کی خدمت میں حاضر رہو ہرگز اُنؐ کی نافرمانی نہ کرنا۔ الغرض وہ تمام مال لے کر آنحضرتؐ میسرہ کے ساتھ شام کو روانہ ہوئے اور خزیمہ بن حکیم بھی جو جناب خدیجہؑ کے رشتہ دار تھے اس سفر میں ہمراہ چلے۔ اور اِس ہمراہی کے دوران آنحضرتؐ کی محبت خزیمہ کے دل میں بڑھتی چلی گئی۔ اثنائے راہ میں خدیجہؑ کے دو اونٹ تھک کر گر پڑے۔ میسرہ غلام ڈر گیا کہ اُن اونٹوں پر لدا ہوا مال تجارت زمین پر بکھر جائے گا۔ وہ دوڑا ہوا آنحضرتؐ کے پاس آیا اور صورت واقعہ بیان کی۔ آنحضرتؐ ان اونٹوں کے پاس آئے اور اپنا دستِ مبارک اُن کے پیروں پر پھیرا وہ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور دوسرے اونٹوں سے زیادہ تیز چلنے لگے۔ خزیمہ نے یہ حال دیکھا تو اس کی محبت اور اعتقاد میں اور ترقی ہوگئی اور حضرتؐ کی خدمت اور اطاعت میں پہلے سے زیادہ اہتمام کرنے لگا۔ جب یہ قافلہ شام کے نزدیک پہنچا تو ایک راہب کے صومعہ کے قریب قیام کیا۔ آنحضرتؐ ایک درخت کے نیچے رونق افروز ہوئے۔ قافلہ کے لوگ ہر طرف منتشر ہو گئے۔ وہ درخت مدتوں سے سوکھا ہوا تھا لیکن اُسی دم شاداب و سرسبز ہو گیا شاخیں اور پتے نکل آئے اور پھل لگ کر لٹکنے لگے۔

اور درخت کے چاروں طرف سبزہ روئیدہ ہوگیا۔راہب نے یہ حال دیکھا تو صومعہ سے تیزی کے ساتھ باہر آیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں دوڑا۔اس کے ہاتھ میں ایک کتاب بھی تھی ۔ وہ کبھی کتاب میں سے کچھ پڑھتا اور آنحضرتؐ کے جمال مبارک کو دیکھتا اور کہتا کہ یہ وہی ہے۔اُس خدا کی قسم جس نے انجیل کو بھیجا ہے۔خزیمہ نے راہب سے یہ کلمات سنے تو ڈرے کہ ایسا نہ ہو وہ آنحضرتؐ کو کوئی گزند پہنچائے۔ اپنی تلوار نیام سے نکال لی اور پکارا کہ اَے آلِ غالب خبرلو۔ یہ سنتے ہی تمام اہل قافلہ ہر طرف سے دوڑ پڑے۔ راہب اپنے صومعہ میں بھاگ گیا۔اور دروازوں کو بند کرلیا اور چھت پر سے پکارا کہ لوگوں نے کس سبب سے میری اذیت پر اتفاق کرلیا ہے۔اُسی خدا کی قسم جس نے آسمان کو بے ستون قائم کیا ہے کہ کوئی قافلہ اس مقام پر قیام پذیر نہیں ہوا جو تم سے زیادہ مجھ کو محبوب ہوتا اور اس کتاب میں جو میرے ہاتھ میں ہے لکھا ہے کہ یہ جوانؐ جو اس درخت کے نیچے بیٹھا ہے خدائے ارض وسماء کا رسولؐ ہے جو تلوار کے ساتھ مبعوث ہوگا۔اور خاتم المرسلینؐ ہے۔جو شخص اسؐ کی اطاعت کرے گا نجات پائے گا۔اور جو نافرمانی کرے گا تباہ وگمراہ ہوگا۔پھر خزیمہ سے پوچھا کہ آیا تم اس کی قوم سے ہو؟ کہا کہ نہیں میں تو انؐ کا خادم ہوں اور دوران راہ جو معجزات خزیمہ نے دیکھے تھے راہب کو سنائے۔ راہب نے کہا کہ وہ پیغمبرؐ آخرالزمان ہے۔میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ وہؐ دنیا پر غالب ہوگا اور تمام اقوام پر مسلط ہوگا۔اُسؐ کا علم کسی جنگ سے بلا فتح کیئے واپس نہ آئے گا۔ پھر وہ قافلہ شام میں پہنچا۔اُن کو تجارت میں بہت فائدہ ہوا۔پھر وہ لوگ واپس آئے اور مکہ کے قریب پہنچے تو میسرہ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ اَے صاحبِ اوصافِ پسندیدہ! ہم نے آپؐ سے اِس سفر میں بہت سے معجزات دیکھے جس پتھر اور درخت کے پاس سے ہمارا گزر ہوا اُن سب

نے آپؐ پر سلام کیا اور کہا کہ اَلسَّلامُ علیکَ یَا رسولؐ اللّٰہ اور اس سفر میں گھاٹیاں تھیں جو ہر مرتبہ مدتوں میں طے ہوا کرتی تھیں۔ اس مرتبہ آپؐ کی برکت سے ایک رات میں طے ہوگئیں۔ اور اس مرتبہ جس قدر نفع تجارت میں ہوا ہے وہ چالیس سال کی مدت میں اب تک نہ ہوا تھا۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ آپؐ خود جا کر خدیجہؑ کو اس سفر کی خوشگواری اور سودمندی کی خوشخبری دیجئے تاکہ وہ خوش ہو جائیں۔ آنحضرتؐ یہ سن کر قافلے سے پہلے روانہ ہوئے اور خدیجہؑ کے مکان کی جانب رخ کیا۔ اس وقت وہؑ اپنی چند عورتوں کے ساتھ بالا خانے پر بیٹھی تھیں اور راستے پر نگاہ تھی۔ ناگاہ ان کی نظر ایک سوار پر پڑی جو دور سے آ رہا تھا۔ اور ایک بادل اس کے سر پر سایہ کئے ہوئے تھا اور تیزی سے اُس کے ساتھ رواں دواں تھا۔ اور دو فرشتے اُس کے دائیں بائیں ہوا پر اُس کے ساتھ چلے آ رہے تھے۔ جن کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں تھیں۔ اور بادل میں سے زبرجد کی ایک قندیل بالائے سر لٹکی ہوئی تھی اور اس اَبر کے چاروں طرف یاقوت کا ایک خیمہ ہوا پر ساتھ ساتھ تھا۔ جناب خدیجہؑ یہ حال دیکھ کر متعجب ہوئیں اور دل میں کہا کہ خداوندا! ایسا کر کہ یہ تیری بارگاہ کا مقرب بندہ میرے حقیر کاشانہ میں آئے۔ جب آنحضرتؐ اور قریب آئے تو پہچانا کہ یہ تو محمدؐ ہیں۔ بس ننگے پیر آنحضرتؐ کی طرف دوڑیں اور جا کر آپؐ کے پائے اقدس کو چوم لیا۔ آنحضرتؐ نے اُن کو بخیر و عافیت اور کامیابی کے ساتھ واپسی کی خوشخبری دی۔ خدیجہؑ نے کہا کہ یا حضرتؐ! میسرہ آپؐ کے ہم رکاب کیوں نہ آیا؟ فرمایا کہ پیچھے آ رہا ہے۔ خدیجہؑ نے کہا اے سیدؐ حرم و بطحیٰ واپس تشریف لے جایئے اور میسرہ کے ساتھ واپس آیئے۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ جو کچھ از قسم اَبر و نورؐ وغیرہ دیکھا ہے دوبارہ عین الیقین کے ساتھ مشاہدہ کرلیں۔ آنحضرتؐ واپس چلے تو اَبر بھی ساتھ ہی سایہ فگن واپس ہوا، اور پھر

واپسی میں اُسی طرح ساتھ ساتھ رہا۔ پھر تو خدیجہؑ کو آنحضرتؐ کی عظمت وجلالت کا یقین ہوگیا۔ غرض میسرہ نے خدیجہؑ سے کہا کہ اَے خاتون !اس سفر میں اس معدن فضل وکمال سے ایسے حیرت انگیز واقعات ظاہر ہوئے کہ برسوں میں بیان نہیں ہو سکتے۔ تھوڑے سے تھوڑا کھانا آنحضرتؐ کے سامنے لایا جاتا اوراس پر اپنا داہنا دستِ مبارک رکھ دیتے تو بہت سی جماعتیں سیر ہوجاتیں اور کھانا کم نہ ہوتا۔ جب دھوپ تیز ہوتی تو دوفرشتے آپؐ پر سایہ کیا کرتے ۔ جس درخت اور پتھر اور کنکر کی طرف سے آپؐ گزرتے سب آپؐ کوسلام کرتے ۔ پھر راہبوں کے اور دوسرے حالات بیان کئے یہ تمام حالات سن کر حضرت خدیجہؑ نے اپنے مزید اطمینان کے لئے رطب کا ایک طبق آنحضرتؐ کے لئے منگایا اور چند اشخاص کو بلا کر آنحضرتؐ کے ساتھ کھانے میں شریک کردیا۔ سب کے سب سیر ہوگئے اور رطب بدستور باقی رہا۔ یہ دیکھ کر خدیجہؑ نے خوشی میں اس خوش خبری دینے کے سبب میسرہ اوراس کے لڑکوں کو آزاد کردیا اور دس ہزار درہم بھی عطا فرما کر کہا کہ حضرتؐ کے ساتھ جائے اور آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ اپنے چچا ابوطالبؑ سے کہیں کہ میرے چچا عمرو بن اسد سے اپنے واسطے میری خواستگاری کریں اور اپنے چچا کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھ کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تزویج کردیں۔ اُس وقت آنحضرتؐ کی عمر پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہؑ کی عمر بقول ابن عباس اٹھائیس (28) سال تھی۔

بسند معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب جناب سرورؐ عالم نے خدیجہؑ سے نکاح کرنا چاہا۔ جناب ابوطالبؑ اپنے چند عزیزوں کو لے کر خدیجہؑ کے چچا ورقہ بن نوفل کے پاس آئے اور خود کلام کی ابتدا کی اور خطبہ پڑھا جس کا مضمون یہ ہے کہ:۔

''حمد وثنا اُس خدا کیلئے ہے جو خانہ کعبہ کا پروردگار ہے۔ اور اُس نے ہم کو آلِ ابراہیمؑ اور ذریتِ اسماعیلؑ قرار دیا ہے اور ہم کو امن وامان کی جگہ حرم کا ساکن اور تمام لوگوں پر سردار بنایا ہے۔ اور اپنے گھر سے ہمیں خصوصیت عطا فرمائی ہے۔ محمدؐ بن عبداللہؑ کو تمام لوگوں پر فضیلت وفوقیت حاصل ہے۔ اس کو حضرت خدیجہؑ کی طرف رغبت ہے اور خدیجہؑ کو بھی اس سے محبت ہے۔ اس لئے ہم آئے ہیں کہ آپ سے اس کے واسطے اس کی خواہش کے مطابق خدیجہؑ کی خواستگاری کریں۔ اور جس قدر مہر آپ چاہیں میں اپنے مال سے دینے کو تیار ہوں۔ جس قدر ابھی چاہیں لے لیں اور جس قدر چاہیں مؤجل قرار دیں اور ربِّ کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اُس کی شان ومنزلت بہت بلند ہے۔ اتنا کہہ کر جناب ابوطالبؑ خاموش ہو گئے۔ پھر خدیجہؑ کے چچا نے جو علمائے نصاریٰ میں سب سے زیادہ دانشمند اور عظیم الشان تھے۔ جواب دینا چاہا مگر چونکہ ابوطالبؑ کی باتوں کے جواب سے قاصر تھے اس لئے اُن کی زبان لکنت کرنے لگی اور اُن کے نفس میں اضطراب پیدا ہو گیا اور صحیح جواب دینا ممکن نہ ہو سکا۔ خدیجہؑ نے جو یہ حال دیکھا انتہائی شوق کے ساتھ پردہ حیا کو ذرا سا اُٹھا کر اور نہایت فصاحت کے ساتھ بولیں کہ چچا جان! اگرچہ اس موقع پر آپ ہی گفتگو کے لئے مجھ سے زیادہ مناسب ہیں اور سزاوار ہیں۔ لیکن آپ کو میرے نفس پر مجھ سے زیادہ اختیار نہیں ہے اَے محمدؐ میں نے اپنے نفس کو آپ کے ساتھ تزویج کیا اور میرا مہر خود میرے مال سے ہے۔ اپنے چچا سے کہئے کہ ولیمۂ زفاف کے لئے اونٹ ذبح کریں۔ آپؐ جس وقت چاہیں اپنی زوجہ (میرے) کے پاس تشریف لائیں۔ اس وقت ابوطالبؑ نے فرمایا کہ اَے گروہ مردم گواہ رہنا کہ اس نے خود اپنے تئیں محمدؐ سے تزویج کیا اور اپنے مہر کی ضامن خود ہی ہو گئی ہے۔ یہ سن کر قریش کے ایک شخص نے کہا کہ طرفہ ماجرا ہے کہ

عورتیں مردوں کے مہر کی ضامن ہوتی ہیں۔ یہ سنتے ہی جناب ابوطالبؑ کو غصہ آ گیا اور جب کبھی اُن حضرتؑ کو غصہ آتا تھا تو تمام قریش اُن سے ڈر جاتے تھے۔ اور آپؑ کی ہیبت سے پناہ مانگتے تھے۔ ابوطالبؑ نے فرمایا کہ اگر دوسرے شوہر میرے بھتیجے کی مانند ہوں گے تو عورتیں بہت زیادہ مال اور زیادہ سے زیادہ مہر اُن سے طلب نہ کریں گی اور اگر تمہاری طرح ہوں گے تو مہر گراں ان سے لیں گی۔ پھر ابوطالبؑ نے ایک اونٹ نحر کیا اور آنحضرتؐ کا زفاف حضرت خدیجہؑ خیر النساء کے ساتھ منعقد ہوا۔ اس موقع پر ایک شخص نے جس کا نام عبداللہ بن غنم تھا چند شعر نظم کیے جن کا مضمون یہ ہے کہ:۔

”یہ وہ ہیں جن کی پیغمبریؐ کی بشارت موسیٰؑ وعیسیٰؑ نے دی ہے۔
اَے خدیجہؑ تمہیں مبارک ہو کہ تمہارے ھمائے سعادت نے
عزت وشرف کے عرش کے کنگرے کی جانب پرواز کی ہے۔
اور تم بہترین اوّلین وآخرین کی شریک زندگی بن گئی ہو۔“
حضرت موسیٰؑ وعیسیٰؑ کی بشارت بہت جلد ظاہر ہونے والی ہے۔
برسوں سے کتب ہائے آسمانی کے پڑھنے اور لکھنے والوں نے اقرار کیا ہے
کہ محمدؐ رسولؐ بطحا ہیں اور اہل ارض وسما کے ہدایت کرنے والے ہیں۔“

قارئین نے یہاں تک دیکھ لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعارف خداوندی کیلئے ایک ایسے نور سے پیدا کئے گئے جو ساری کائنات کو پیدا کرنے کا سبب بنا اُسی سے مرحلہ وار عرش وکرسی وسماوات اور انبیاءؑ ورسلؑ پیدا کئے گئے۔ کروڑوں سال تک اللہ تعالیٰ کی خصوصی تربیت سے اس قابل ہوئے کہ تخلیق میں ہر جگہ حاضر رہیں اور مخلوق کو تخلیق کے دوران ہی ہدایت وتنذیر کرتے رہیں۔ اور تمام

نبوتوں اور رسالتوں کی بنیاد قرار پائیں اور ان کی ہدایت ونگرانی وتصدیق کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک آئیں اور اُسی مقام ارفع واعلیٰ کے ساتھ جسمانی نبوت ورسالت کے لئے مبعوث اور نازل کردئے جائیں۔ قارئین نے یہ بھی دیکھ لیا ہے کہ حضورؐ اُمتِ مسلمہ کے مومنین میں پیدا ہوئے اور انہیں تعلیماتِ خداوندی اور آیات خداوندی سے نوازنا شروع فرمایا۔ رفتہ رفتہ وہ وقت آ گیا کہ حضورؐ کو حکم ملا کہ اپنی نبوت ورسالت کا اعلان عام کردیں اور تمام انسانوں کو بتادیں کہ آج کے بعد اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود سمجھنا برابر عذاب کا مستحق بناتا چلا جائے گا۔ اس میں کسی کو حتیٰ کہ مجھ کو بھی رعایت نہ ملے گی (26/213) لہٰذا میرے جسمانی اعلان کے بعد کسی مخلوق کو اللہ کی اجازت کے بغیر اطاعت خدا میں شرکت نہ ملے گی۔ اور یہ حکم بھی ملا کہ میری جسمانی نبوت وحکومت وخلافت سے تمام نزدیکی تعلق رکھنے والے سرپنچوں، لیڈروں، قبائل کے سرداروں کو سرکشی اور نافرمانی پر متنبہ کردو اور اپنی اطاعت اور پیروی کرنے والے مومنین کو آغوش رحمت میں داخل کرتے جاؤ اور نافرمانی کرنے والے مومنین کو اور ان کے عملدرآمد کو اپنی ذمہ داری سے خارج کرکے بریت کا اعلان کردو اور اس اللہ پر بھروسہ کرو جو ہر حال میں غالب رہنے والا رحیم ہے۔ جو تمہاری اٹھتے بیٹھتے نگرانی کرتا ہے اور تمہیں اس حالت میں دیکھتا رہتا ہے جب تم مومنین کے دلوں میں انقلابی روح پھونکتے ہو۔'' (26/213-220)

اعلان عام کی عملی صورت کیا تھی اور اس کی غرض وغایت

حضرت علی علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ مجھ سے رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ مجھے اپنی جسمانی نبوت وحکومت کا اعلان عام کرنے کا حکم دیا جا تا رہا ہے اور میں قریش اور دیگر لوگوں کے خوف سے اب تک اعلانِ عام سے باز رہا ہوں مگر اب میرے تحفظ

کی ذمہ داری اللہ نے لے لی ہے اور اعلان کا طریقہ اور اعلان کے بعد کا پروگرام بتا دیا گیا ہے۔ لہٰذا تم تھوڑا سا کھانا تیار کرو اور بکری کی ران بھون کر رکھو اور ایک پیالہ دودھ فراہم کر کے تمام سردارانِ مکہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں نے اس حکم پر عمل کیا جب تمام سرپنچ جمع ہو گئے تو آپؐ نے مجھے وہ کھانا وغیرہ لانے کا حکم دیا میں نے دسترخوان بچھا کر وہ کھانا چُن دیا۔ اور آپؐ نے گوشت کے ایک ٹکڑے کو اپنے دانتوں سے چیر کر دسترخوان پر رکھا اور فرمایا کہ بسم اللہ کھانا نوش فرمائیں۔ تمام موجودین نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا اور کھانا بدستور باقی تھا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ ان سب کو دودھ پلاؤ۔ میں نے دودھ کا پیالہ لا کر پیش کر دیا اور تمام حاضرین دودھ پی کر سیر ہو گئے اور دودھ اُسی قدر باقی تھا۔ رسولؐ اللہ چاہتے تھے کہ اعلان فرمائیں مگر اُنؐ سے پہلے ہی ابولہب بولا کہ محمدؐ تم پر بہت عرصے سے جادو کرتا رہا ہے۔ چنانچہ ایک دو آدمیوں کے کھانے سے تمہارا سب کا پیٹ بھر گیا اور ایک پیالہ سے تمہیں دودھ سے سیراب کر دیا اور کھانا اور دودھ بدستور باقی ہے یہ کہہ کر چل دیا اور پوری جماعت چلی گئی۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ دیکھا اس شخص نے مجھے بولنے کا موقع ہی نہ دیا۔ اچھا کل پھر ایسی ہی ضیافت اور دعوت کا انتظام کرو۔

دوسرے روز میں نے پھر انتظام کیا اور حسب سابق حضورؐ نے کھانے میں برکت کے لئے گوشت کو دانتوں سے چیر کر دسترخوان پر رکھا اور کھانا کھانے کا حکم دیا اور اللہ نے کھانے میں اُسی طرح سے برکت عطا فرمائی اور ان سب کو دودھ سے سیراب کر دیا اور فرمایا کہ تمہارے سامنے خیر و خوبی اور فلاح و نجات کا ایک پروگرام پیش کرتا ہوں جس پر عمل کرنے سے تمہیں ساری دنیا کی حکومت مل جائے گی۔ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ اللہ کے اس پروگرام کی خلاف ورزی سے خبردار کر دوں

اور تمہارے سامنے اپنی وزارت وخلافت اور جانشینی کو پیش کردوں۔ چنانچہ تم سے کون ایسا شخص ہے جو میری حکومت کی ذمہ داریوں کو سنبھالے اور میری مہم میں میرا بھائی اور وصی بننے کو تیار ہو اور میری موجودگی اور عدم موجودگی میں میرا خلیفہ اور جانشین رہے؟ تمام مجمع خاموش اور حیران بیٹھا رہا۔ میں نے اُٹھ کر چاہا کہ خود کو پیش کروں مگر حضورؐ نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کا حکم دیا اور دوبارہ لیڈروں کے سامنے وہی پیش کش کی مگر کوئی شخص نہ اُٹھا۔ میں نے پھر جسارت کی مگر یہ فرما کر بٹھا دیا گیا کہ تم ان بزرگوں میں سب سے چھوٹے ہو۔ پھر حضورؐ نے اپنا مطالبہ دوہرایا۔ مگر کوئی نہ اُٹھا۔ آخر مجھے قریب بلایا اور تمام سرپنچوں اور لیڈروں سے کہا کہ **دیکھو یہ علیؑ بن ابی طالبؑ ہے آج سے میرا بھائی ہے میرا وصی ہے۔** میرا وزیر اور خلیفہ ہے اور میری حیات میں اور مرنے کے بعد بھی میرا جانشین ہے تم سب کو چاہئے کہ ادب سے اس کی بات سنا کریں اور اطاعت کیا کریں۔ یہ سن کر سارا مجمع کھڑا ہو گیا اور ابولہب وغیرہ نے حضرت ابوطالبؑ سے کہا کہ لیجئے آج سے تم اپنے بیٹے کا حکم مانا کرو۔ یہ کہہ کر مجمع چلا گیا اور ہم دونوں کھڑے رہ گئے۔''

قریش نے اس اعلان کو چھپانے اور بدلنے کی بہت کوشش کی ہے مگر پھر بھی تاریخ طبری نے کچھ حقائق لکھ دیئے ہیں۔ آپ علامہ شبلی کی کتاب سیرۃ النبی سے چند جملے سنئے:۔

۔''**دفعتاً حضرت علیؑ نے اُٹھ کر کہا۔**'' گو مجھ کو آشوب چشم ہے گو میری ٹانگیں سب سے پتلی ہیں اور گو میں سب سے نوعمر ہوں تاہم میں آپؐ کا ساتھ دوں گا۔''

قریش کیلئے یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا کہ دو شخص جن میں سے ایک سیزدہ سالہ نوجوان

ہے۔دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں۔'' (صفحہ 211)

تعارفِ خداوندی مکمل ہوجانے کی دلیل

قرآن میں اللہ کی جگہ رسولؐ کو دینا ہے

یہ فیصلہ ہوجانے کے بعد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے اعلان عام میں حضرت علی علیہ السلام کو اپنا جانشین بنادیا تھا۔اب یہ دیکھیں کہ اللہ نے اپنی جگہ محمد مصطفیٰ کو واحد کی ضمیر سے بیان کردیا ہے یعنی آنحضرتؐ تنہا اللہ کی جگہ لیتے ہیں اللہ نے فرمایا:۔

(1) یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡآ اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَا تَوَلَّوۡا عَنۡهُ وَاَنۡتُمۡ تَسۡمَعُوۡنَ O (8/20)

(1)۔ ''اے وہ لوگو جو ایمان لاچکے ہو تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اس کے مقابلے میں ولایت سازی نہ کرو اور تم یہ احکامات برابر سنتے رہتے ہو۔''

یہاں عربی قاعدے کی رو سے لا تولو عنهما ہونا چاہئے تھا۔لیکن اللہ نے اپنی جگہ واحد کی ضمیر عنہ استعمال کرکے اپنی اطاعت اور ولایت کو رسولؐ اللہ کی اطاعت وحکومت ثابت کردیا ہے۔لہٰذا نہ اطاعت میں دوئی ہے نہ حکومت وولایت میں دوئی ہے۔

(2) دوسری مثال:۔

(2) ''یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِیۡبُوۡ اللّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا یُحۡیِیۡكُمۡ ....(8/24)

۔''اے مومنین تم اللہ اور رسولؐ کے حضور میں حاضر ہوجایا کرو جب وہ تمہیں بلائے تاکہ تمہیں زندگی جاوید عطا کرے۔''

اس آیت میں بھی اللہ نے واحد کا صیغہ دَعَاکُمْ فرما کر زندگی جاوید بخشنے میں اپنی جگہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کو دے دی ہے۔ ورنہ قاعدے کی رو سے یہ کہنا چاہئے تھا کہ: ''جب وہ دونوں تمہیں بلائیں۔''

(3) تیسری مثال:۔

(3)وَاِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مُّعْرِضُوْنَ O (24/48)

۔''جب اُن کو اللہ ورسولؐ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ اُن کے درمیان رسولؐ حکم نافذ کرے تو اُن میں سے ایک فرقہ روگردانی کرتا ہے۔''

یہاں بھی اللہ نے احکامات نافذ کرنے میں رسولؐ کو اپنی جگہ دے کر مختار بنا دیا ہے۔ ورنہ یہ کہنا چاہئے تھا کہ لِیَحْکُمَا تاکہ وہ دونوں اللہ ورسولؐ اُنکے درمیان حکم نافذ کریں۔'' **یہاں وہ مسلمان فرقہ سامنے آگیا جو تنہا رسولؐ کی اطاعت اور شریعت سازی کا منکر چلا آرہا ہے۔** ایسی مثالوں سے قرآن بھرا پڑا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی جگہ اپنے رسولؐ کو دے دی ہے۔لہٰذا ہم اللہ اور رسولؐ میں سوائے واجب الوجود اور ممکن الوجود کے کوئی فرق نہیں سمجھتے اور ہر جگہ اللہ کی جگہ رسولؐ اللہ کو مختار سمجھتے ہیں اور یہ آنحضرتؐ کا انتہائی مقام ہے کہ اللہ نے محمدؐ کو اپنا نمائندہ اور تعارف بنا کر چھوڑا ہے۔ دعوت **ذوی العشیرہ** میں بھی حضرت علی علیہ السلام کا محمدؐ کی جگہ لینا ثابت ہے اور محمدؐ و علیؑ کا ایک نور سے پیدا ہونا بھی یہی ثابت کرتا ہے۔ تمام آئمہ اہلؑ بیت کا محمدؐ ہونا بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ بہرحال قرآن کریم سے ایک دلیل ملاحظہ ہو:۔

یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ

تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلاً O(4/59)

۔’’ اَے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ و رسولؐ کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں اُن کی بھی اطاعت کرو۔ چنانچہ اگر تمہارے اندر تنازعہ پیدا ہو جائے خواہ وہ کسی بھی معاملے میں ہو تو تم اس متنازعہ معاملے کو اللہ اور رسولؐ کے سامنے پیش کر کے فیصلے حاصل کر لو۔ اگر تم اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتے ہو تو تمہارے لئے جھگڑے کو رسولؐ کے سامنے لے جانا ہی خیر ہے اور بہترین طریقہ کار ہے۔‘‘

اِس آیت کو علامہ مودودی اور تمام مخالف و موالف علما نے قیامت تک کیلئے قانونی طریقہ کار کی حامل قرار دیا ہے۔ لہٰذا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی یہ آیت محمدؐ کا عملی وجود مانتی ہے ورنہ یہ نہ کہا جاتا کہ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (4/59) اور وہ عملی وجود حضرت علی علیہ السلام اور آئمہ علیہم السلام کا وجود ہیں۔ لہٰذا قیامت تک مسلمانوں کو اپنے جھگڑوں میں معصوم امامؑ کو راہنما بنانا ہوگا اور اُن سے فیصلہ کرانا ہوگا۔ یہ فیصلہ کر لینا کہ اللہ کی جگہ قرآن ہے اور رسولؐ کی جگہ احادیث ہیں۔ باطل ہے، چونکہ قرآن نے کہیں بھی اس فیصلے کی تائید نہیں کی ہے۔ یعنی کسی آیت میں یہ نہیں کہ قرآن اللہ کے برابر ہے اور حدیث رسولؐ کے برابر ہے اور جس فیصلے کو قرآن سے سند نہیں ملتی وہ غیر اسلامی فیصلہ ہے لہٰذا غیر مسلموں کو مبارک۔

والسلام

احسن عفی عنہ 24 جولائی 1986ء

فہرست: تخلیق و تربیت محمدؐی یا تعارفِ خداوندی

عنوانات	صفحہ نمبر
تخلیق و تربیتِ محمدؐی یا تعارفِ خُداوندی	1
تخلیقِ کائنات پر چشم دید حالات	1
تخلیق و تربیت محمدؐی کی غرض وغایت	2
تخلیق محمدؐ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہؑ	2
تخلیق محمدیؐ پر اللہ کا ہم پلہ گواہ چشم دید حقائق بیان کرتا ہے	3
حضرت علیؑ کا دوسرا بیان اور محمدؐی پوزیشن	8
حضورؐ کی جسمانی حیثیت پر خُطبہ	10
حضرت علیؑ کا تیسرا بیان اور محمدؐی پوزیشن	11
حضرت علی علیہ السلام کا چوتھا بیان اور محمدؐی پوزیشن	14
اللہ نے آنحضرؐت کی تخلیق ونشو ونما وتربیت وتزئین میں اپنے معیارِ عدل کو اسکی حدود وانتہا تک استعمال کیا ہے	15
اللہ نے حضرت آدمؑ اور تمام انبیاؑ کو ملا کر وہ نسل پیدا کی جس سے خانوادۂ محمدؐ یا ذُرّیتِ اسماعیلؑ برآمد ہوئے	16
خانوادۂ رسوؐل کے تمام عزیز واقارب و پوری نسل کے افراد کی پوزیشن نبیوںؑ و رسوؐلوں کیساتھ بیان فرمائی	17
حیاتِ کائنات اور مظہر ذاتِ خداوندی یعنی وجودِ محمدؐ اور سرپرستانِ محمدؐ اور خانوادۂ محمدؐ	18
رسوؐل کریم اور قرآن کریم دونوں کا لقب ذکر ہے مگر کتاب اور رسولؐ میں امتیاز کرنا مشکل نہیں ہے	22
نذیر للعالمینؐ ذکر کی صورت میں انبیاؑ اور رُسُلؑ اور متعلقہ ہادیوں کی راہنمائی میں مصروف رہتا چلا آیا ہے	23
نورِ محمدیؐ و نورِ علویؐ و نورِ فاؐطمہ کی تخلیق کے بعد ہزاروں زمانے گذرے تب اللہ نے باقی تمام اشیاء کو خلق فرمایا	24
حقیقی دین اور اُس کے عقائد	25

مقامِ محمدؐ وعلیؑ و فاطمہؑ، یعنی نورِ محمدیؐ و اجزائے نورِ محمدیؐ کی پوزیشن، اُن کی ضروریات کو انتہائی مقام تک پہنچانے کیلئے سلسلہ نبوت ہے 25

ختم نبوّت کے بعد قیامت تک دورِ امامتؑ میں تعلیماتِ نبوتؐ پر بنیاد رکھ کر انسانی قدرت اور اختیار میں لامحدود ترقی کا پروگرام 27

قرآن کریم میں تخلیقِ محمدیؐ پر تفصیلی بیانات اُمتِ محمدؐیہ کو کیوں نہ پہنچے؟ اسلئے کہ اللہ نے قریشی لیڈروں کو محروم رکھنا تھا 29

اللہ کا عام اعلان اور انتظام 29

آنحضرتؐ اور کائنات کے درمیان سے تمام مادی حجابات ہٹا لئے اور آپ کائنات کی ہر چیز کو دیکھتے تھے 30

یہ بیان لفظ بلفظ سے بڑھ کر ہمارے عقائد تک کی تصدیق کرتا ہے 31

ایسے حضراتؑ جو سارے جنتیوں اور جہنمیوں کو پہچانتے ہوں وہی ہو سکتے ہیں جن کی نظر سے کوئی غائب نہیں 32

محمدؐ اور اجزائے نور محمدؐ کا جسمانی تخلیق کے بعد مندرجہ بالا مقام و منزلت علمائے صالحین میں مسلمہ ہے 35

اسماء الحسنٰی پر علامہ مودودی کی تشریح 36

محمدؐ اور اجزائے نورِ محمدیؐ کے نام ہی اَسْمَاءُ الْحُسْنٰی ہیں 37

اللہ کے اسماء الحسنٰی اور کلمات پر ایک تحقیقی نظر (پرانا بیان) 38

شیعہ سُنّی ترجموں کی جانچ اور اُن دونوں کی طرف سے غلط تصورات کا اضافہ 39

’’کلمات‘‘ الفاظ یا باتیں نہیں اور کام بھی نہیں بلکہ چند معزز ترین ’’بزرگ ہستیاں‘‘ ہیں 43

حدیث میں کلمۃ اللہ کی پوزیشن مقامِ محمدیؐ مصطفویؐ اور مرتضویؑ 45

امام زین العابدؑین کی زبان مبارک سے کلمات پر آیات اور بیانات 46

کلماتِ خداوندی کی دوسری جھلک 48

کلمات کی تیسری جھلک 49

اللہ نے قرآن میں محمدؐ مصطفٰی کی پیدائش و پرورش کو انسانی پیدائش و پرورش سے بلند و برتر رکھا 52

انبیاءؑ کی پیدائش اور قرآن کے الفاظ، حضرت یحییٰؑ کے لئے اللہ کے الفاظ	53
حمل اور وضع حمل کا، ظاہری پیدائش کا ذکر نبیوںؑ کے لئے ضروری نہیں ہوتا	54
حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش پر اللہ کے الفاظ	55
حضرت موسیٰؑ کے حمل وولادت کا ذکر نہیں کیا گیا، دودھ پلانے اور پالنے کا خاص انتظام، والدہ کو وحی	58
حضرت موسیٰؑ کے تحفظ اور دودھ پلانے کی مزید تفصیل،	58
حضرت موسیٰؑ کے تحفظ اور پرورش کا انتظام، انبیاءؑ پر کافر ومشرک ونا پاک عورتوں کا دودھ حرام	59
حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کی خوشخبری	61
ابراہیمؑ کو اپنے بیٹے کی خوشخبری کی دوسری صورت	62
نبیوںؑ کی جسمانی پیدائش پر یہی بیانات قرآن میں ریکارڈ ہوئے	62
آنحضرتؐ کا اپنے بیرونی وجود میں تمام انبیاءؑ ورسلؑ سے ملاقات	64
آیات میں جبرائیلؑ کا ذکر لوگوں نے خود شامل کیا۔ یہاں تو اللہ اور محمدؐ کا تعلق مذکور ہے	65
علامہ احمد رضا کی ایک دلچسپ بحث	67
معراج ایک سو بیس مرتبہ ہوئی ہے اور ہر دفعہ ولایت علؑویہ کی تاکید کی گئی تھی	69
معراج کو لیجانے کیلئے صرف جبرئیلؑ ہی نہیں بلکہ اسرافیلؑ ومیکائیلؑ بھی خادموں کی طرح آئے تھے	71
معراج میں اللہ نے اپنے رسولؐ سے علیؑ مرتضیٰ کے لب ولہجہ میں بات کی تھی	72
آنحضرتؐ کو اپنا اور اپنے اہلؑ بیت کا عملی مقام اور اثر ونفوذ کی وسعت دکھائی گئی	72
آیات میں قریش کے نظامِ اجتہاد اور عہد رسولؐ ہی میں اُن کی عبوری وقومی حکومت کا تذکرہ	74
علامہ کا اصول۔ سورہ نجم پوری کی پوری اس کی عملی مثال	75
معراج کا مقصد اپنی کائناتی حکومت پر محمدؐ اور آئمہؑ کو عملی جانشین بنانا ہے	77

اگر رسولؐ نے تجلیاتِ خداوندی کو دیکھا اور ایک خاص مقام پر دیکھا تو اللہ کو دیکھنے پر کیا اعتراض ہے؟	77
معراج کا حقیقی مقصد اور بنیادی غرض جان بوجھ کر نظر انداز کیا گیا تاکہ جہلاء کو نائبِ خدا بنایا جا سکے	79
وہ احادیث جو قریشی دستبرد سے محفوظ اور قرآن کے متعینہ مقام کو مجروح نہیں کرتی ہیں	80
نورانی تخلیق سے لے کر حضرات ابوطالبؑ و عبداللہؑ کے اصلاب تک جسمانی منتقلی	80
ولادت کے وقت آنحضرتؐ کی والدہؑ نے ملک ایران و شام کے محلات کو سامنے دیکھا	81
تاریخ پیدائش و وفات	83
حضورؐ کے والدین کا انتقال	84
حضورؐ کی شادی اور اولادیں	84
حضورؐ کی بعثت یا نبوت	84
جسمانی ولادت پر وقوع میں آنے والے حالات	84
آنحضرتؐ کا تجارت کے لئے ملک شام جانا	100
اعلان عام کی عملی صورت کیا تھی اور اس کی غرض و غایت	106
تعارف خداوندی مکمل ہو جانے کی دلیل، قرآن میں اللہ کی جگہ رسولؐ کو دینا ہے	109

برائے یاداشت:۔ --